ناولٹ

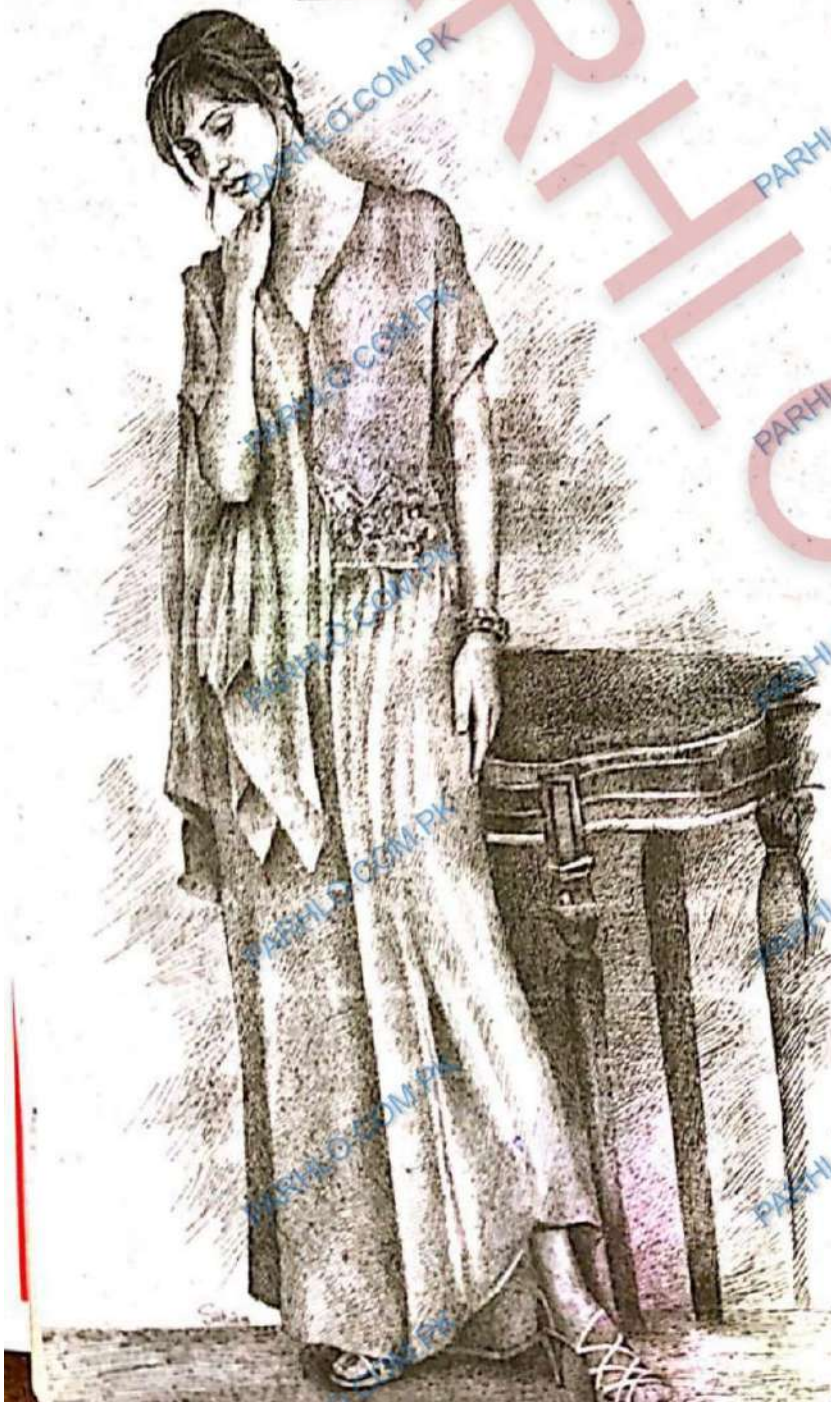

پہلی بار میں نے اُسے الحمراء ہال نمبر تین کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔

سردیوں کی دھوپ اپنی ساری شادابی لیے اس کے گٹار سے ہو کر، گردن تک لمبے بالوں پر گر رہی تھی۔ اس کی لمبی انگلیاں گٹار پر وقفے وقفے سے متحرک تھیں۔ اور اتفاق سے جیسے جیسے میں سیڑھیاں اُوپر چڑھ رہی تھی ویسے ویسے گٹار کی تاریں سرگم چھوڑ رہی تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ آخری سیڑھی پر پہنچ کر میں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ آدھا گٹار، چہرے پر گرے لمبے بال، اور چھوٹی سی داڑھی مجھے دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے ہال کے اندر چلے جانا چاہیے تھا لیکن میں وہیں کھڑی رہی۔ شاید گٹار کی دھن نے مجھے منجمد کر دیا تھا۔

یہ ابتدا تھی اس سفر کی جس کی انتہا نے اسے میرے دل میں "لازوال" کر دیا اور مجھے "زوال پذیر"۔ ہال کا لکڑی کا دروازہ جس کے لوہے کے کنڈے بہت شور کرتے ہیں کہ سامنے کھڑے ہو کر میں نے زندگی میں پہلی بار آگے ہو کر کسی لڑکے کو دیکھنا چاہا کہ وہ کون ہے یا کیسا ہے۔

وہ ہپی سا تھا۔

کھڑے کھڑے جیسے ہی میں نے اسے دیکھنے کے لیے چہرہ آگے کی طرف جھکایا، اس نے گٹار پر سے اپنا چہرہ اوپر اٹھا لیا۔ ہم دونوں کے سر ایک ہی ساعت میں ایک ہی رخ پر ایک دوسرے کی طرف اٹھے۔ میرا جھکا رہ گیا اور اس کا اٹھا۔ میں اوپر آخری سیڑھی پر کھڑی تھی اور وہ نیچے پہلی سیڑھی پر بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سوالیہ تھیں اور میری حیرت

سمیرا حمید

'ایک وحشی کی محبت'

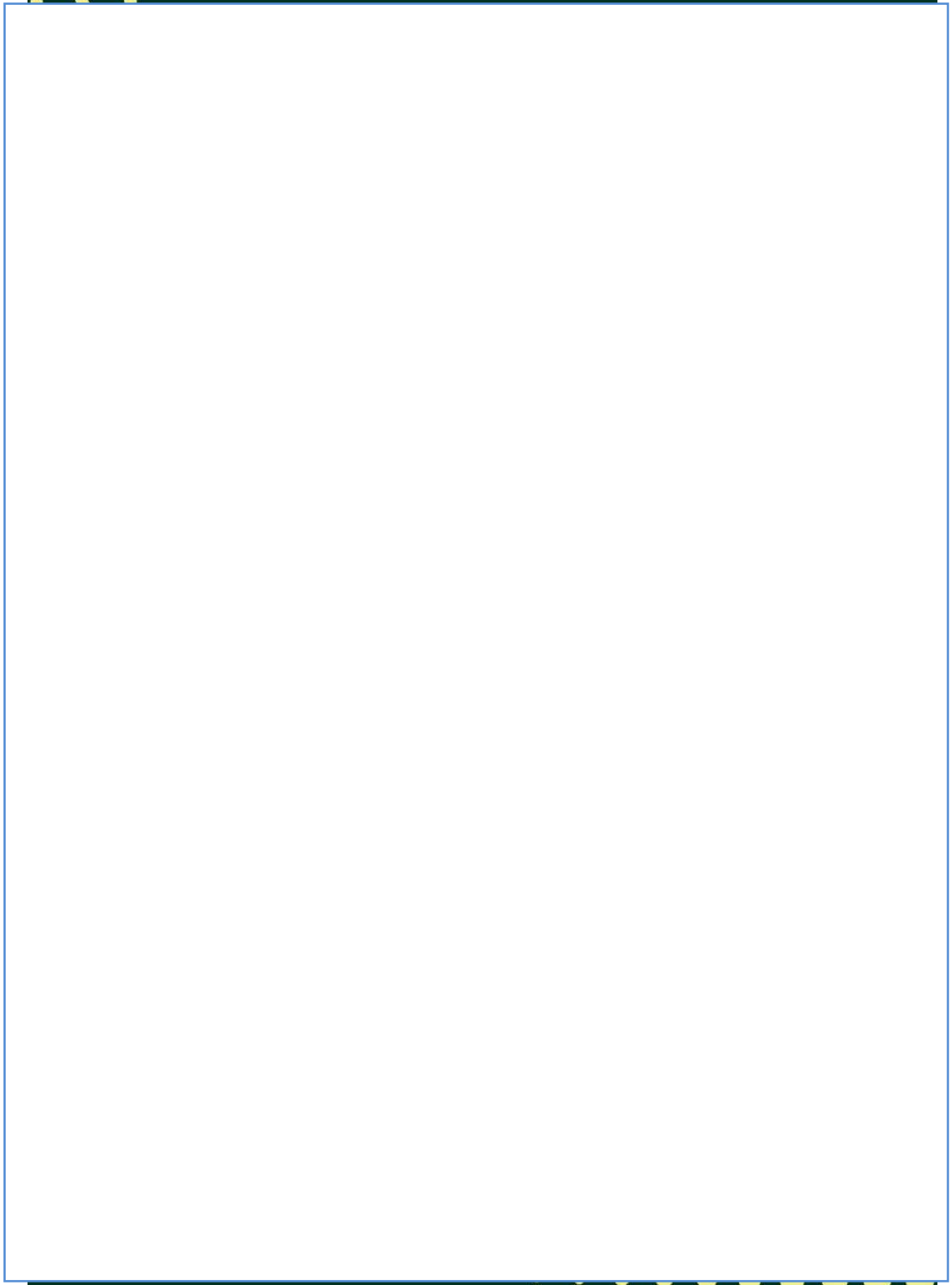

زدہ۔ وہ میری طرف اچنبھے سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کی طرف خوف سے۔ اس کا جادو مجھ پر چڑھ جانے کا خوف۔ اتنے سالوں بعد حقیقت میں اس سے مل لینے کا خوف۔ میں نے وہاں سے ہٹ جانا چاہا، لیکن وہاں سے ہل نہیں سکی۔ سر اٹھا کر وہ میری طرف بدستور دیکھ رہا تھا۔ ایک ہاتھ ابھی بھی گٹار کے تاروں پر تھا۔

"وہ ‏م.......میں......"

میں نے اسے ایسے دیکھنے کی کوئی وجہ دینا چاہی لیکن دے نہیں سکی اور تیزی سے ہال کے اندر چلی گئی۔ اندر بیٹھ کر اس کی آنکھوں کی حیرت یاد آتی رہی۔ دھوپ جو اس کی گنی چھٹی داڑھی میں سے چھن چھنا رہی تھی۔ سوال جو اس کی آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔ وہ دھن جو وہ بجانے کی تیاری کر رہا تھا۔ جس وقت میں اپنی کانفرنس اٹینڈ کر کے واپس جانے لگی اس وقت بے اختیار میں وہیں سیڑھیوں کے پاس رک گئی۔ اب وہ وہاں سیڑھیوں پر نہیں بیٹھا تھا۔ میں نے ایسے ہی ایک نظر سارے الحمرا پر ڈالی اور اسے تلاش کرنا چاہا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا۔

کینٹین سے پانی لے کر جب میں واپس جا رہی تھی، تب وہ ایک لڑکے کے ساتھ آرٹ گیلری سے نکل رہا تھا۔ اب گٹار اس کی پشت پر کراس ہی تھا۔ سر پر ایسا بدرنگ گول ہیٹ تھا جو اسے ماڈرن ہپی کی لک دے۔ وہ ہاتھ میں پکڑے پاپ کارن کھا رہا تھا۔ اس کا منہ اتنی تیزی سے چل رہا تھا جیسے وہ کئی دنوں کا بھوکا ہو۔ اتنا غریب لگتا تو نہیں تھا لیکن ایسے پاپ کارن کھاتے وہ بڑا ہی غریب لگ رہا تھا۔

"عیسیٰ! او ئے گٹار والے...... رک......"

پیچھے سے کسی نے آواز دی تو اس کا منہ اور وہ خود ایک ساعت کے لیے ساکت ہو گئے۔ اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ میں نے بھی گردن گھما کر دیکھا۔ اس کے دوست نے پیچھے سے آ کر اس کی گردن کو جکڑ لیا۔ اور وہ اس سے شیر کے بچے کی طرح لاڈ کرنے لگا۔ میں ان سے چار اسٹیپ نیچے کھڑی تھی اور وہ چار اسٹیپ اوپر۔ اور اتفاق سے ہم پھر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اس بار وہ پھر سے اچنبھے سے اور میں خوف سے۔ مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کس خوشی میں وہاں کھڑی ہو کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔ دونوں دوست اپنے لاڈ سے فارغ ہوئے تو عیسیٰ میرے قریب آیا۔

"کیا میں تمہارا کوئی گم شدہ رشتے دار ہوں جسے دیکھ کر تم بار بار یوں چونک رہی ہو؟" گٹار کے کچھ تار اس کی آواز میں بھی تھے۔

میں نے ناں میں سر ہلا دیا۔ وہاں سے جانے کی پھر بھی کوشش نہیں کی۔

"اوہ! میں نے تو کھڑے کھڑے ساری پلاننگ کر لی تھی کہ میرے کوئی امیر کبیر انکل مجھے ڈھونڈ رہے ہیں۔ یعنی کوئی ٹائیکون ٹائپ انکل ...... قریب قریب ملک ریاض جیسے...... وہ مجھے پا چکے ہیں۔ اب وہ مجھے اپنے محل نما گھر میں لے جائیں گے۔ جہاں میرے لیے ایک ساؤنڈ پروف اسٹوڈیو ہو گا۔ خیر یہ تو ذرا آگے کی باتیں ہیں۔ مین بات یہ ہے کہ ان کی اکلوتی بیٹی مجھے پسند کرنے لگے گی۔ اتنا پسند کہ ہماری شادی ہو جائے گی۔ انکل اپنی ساری جائیداد بیٹی اور داماد یعنی میرے نام کر جائیں گے۔ میں اس جائیداد سے پہلے تو ورلڈ ٹور کروں گا پھر میں اپنی ایک ایسی میوزک کمپنی کھولوں گا جو مجھ جیسے غریب لیکن قابل فنکاروں کو پروموٹ کرے گی۔ دنیا میں میرا اور میری کمپنی کے فنکاروں کا ایک نام ہو گا۔ یو نو بگ نیم...... فیم...... سب خوش باش...... لیکن تم نے میرے اتنے سارے خواب توڑ دیے۔"

"میں اپنے پاپا کی اکلوتی بیٹی ہی ہوں۔" میری زبان سے یکدم نکلا جبکہ میں اس کا ڈراما سمجھ رہی تھی۔

"لیکن تمہارے ڈیڈ میرے انکل نہیں ہیں۔" وہ مسکرا کر آگے جانے لگا۔ اس کا دوست اب ڈسپوزیبل

کپ میں چائے لا رہا تھا۔ وہ اس کے پاس گیا، چائے پکڑی گھونٹ لیا اور پھر یکدم مڑ کر مجھے دیکھا۔ اتفاق سے میں چند قدم ہی آگے رینگ گئی تھی۔

"اور تم مجھے پسند بھی تو نہیں کرتیں۔" ذرا سا چلا کر کہا۔

میں ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔ برا ہو اس زمین کا جس نے میرے پیر جکڑ لیے تھے۔

"کیا تمہارا مجھے اغوا کرنے کا ارادہ بن رہا ہے۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں کوئی ہائی فائی آرٹسٹ ہوں جس کے بدلے میں حکومت تمہیں بھاری تاوان دے گی، یا تمہارے گروپ کے لوگوں کو جیلوں سے رہا کر دے گی؟"

"ہائی فائی تو تم کہیں سے بھی نہیں لگ رہے۔"

اس کی اوور ایکٹنگ سے میں چڑ گئی۔

"لیکن تم ہر طرح سے ہائی فائی لگ رہی ہو...... رچ کڈ...... امیر ترین...... لیکن آرٹسٹ نہیں۔"

"مجھ پر کمنٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔" اب مجھے غصہ آ گیا۔ "آرٹسٹ تو غریب لوگ بنتے ہیں، مجھے کیا ضرورت ہے آرٹسٹ بننے کی۔"

چائے کے کپ سے چسکی لیتے وہ تھوڑا سا چونکا۔ پھر مونچھوں تلے دبے ہونٹوں سے ہنس سا دیا۔

"مجھے گھورنے کی بھی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں میوزیم میں رکھا مجسمہ نہیں ہوں جسے تم اتنی باریک بینی سے دیکھ رہی ہو۔ میری جزئیات میں جانا بند کرو۔ لیکن اگر تم پھر بھی ایسے ہی گھورتے رہنا چاہتی ہو تو پہلے ٹکٹ لے لو۔ میرا خیال ہے مجھ پر کم سے کم پچاس ڈالر کا ٹکٹ تو لگنا ہی چاہیے۔ لاؤ پچاس ڈالر۔"

اس نے ہاتھ آگے کیے اور اس کا دوست اسے کہنی مار کر ہنسنے لگا۔ میں بھنا کر وہاں سے چل کر پارکنگ میں آ گئی۔ وہ دونوں دوست بھی پارکنگ سے اپنی بائیک نکالنے لگے۔ ان کی بائیک کافی دیر تک میری کار کے سامنے سڑک پر لہراتی رہی۔ دونوں میری کار کو آگے جانے کا راستہ ہی نہیں دے رہے تھے۔ اگر میری ڈرائیونگ ذرا سی اچھی ہوتی تو میں ان کی بائیک کو اپنی کار سے ایک گھونسا مار کر آگے نکل جاتی۔ جب ان دونوں کا مجھے تنگ کرنے سے جی بھر گیا تو ہاتھ لہرا کر اور فلائنگ کس دے کر عیسیٰ غائب ہو گیا۔

میں اپنے کالج، اپنی کلاس، اپنی سوسائٹی میں ہزاروں لڑکوں کو دیکھ چکی تھی۔ ان سے مل چکی تھی، انہیں جانتی تھی پھر اسے ہی دیکھ کر مجھ پر انجانے جادو کا اثر کیوں ہوا۔ کیا صرف اس لیے کہ ایک بار میں نے اس کی شکل کے ایک لڑکے کا اسکیچ بنایا تھا، بلکہ اسی کا۔ مجھے پینٹنگ کا شوق تھا لیکن پاپا نے مجھے سمجھایا کہ اس میں میرا کوئی فیوچر نہیں ہے۔ میں گل جی یا صادقین کے لیول کی پینٹر بن جاؤں تب ٹھیک ہے۔ لیکن اگر نہ بن سکوں تو اپنے ہی پیسوں سے آرٹ کی نمائشیں ارینج کروانے سے اچھا ہے کہ میں ایسا کام کروں کہ پیسہ بھی خود بخود آئے اور شہرت بھی۔

سیدھے سیدھے وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں ایسا کام کروں جو مجھے زیادہ سے زیادہ مالی فائدہ دے۔ جس پر دس لگانے سے سو ملیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے پینٹنگ کا شوق تھا جنون نہیں۔ حتیٰ کہ میں نے آج تک صادقین کی ایک بھی پینٹنگ دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اسکیچز بنانے میں میرا ہاتھ کافی صاف تھا۔ فارغ وقت میں اسکیچز بنا لیتی تھی۔ پاپا کہتے ہیں کہ جن چیزوں سے بڑے فائدے حاصل نہ ہوں، انہیں فارغ وقت کے لیے شوق بنا لینا چاہیے، پوری زندگی کا مقصد نہیں۔ میں نے شوق کو مقصد نہیں بننے دیا اور ٹیکسٹائل ڈیزائنر بننے لگی۔

عیسیٰ کا اسکیچ میں نے تب بنایا تھا جب میں نیویارک چھٹیاں گزارنے کے لیے گئی تھی۔ ماما کو یورپ کی ٹھنڈ بہت پسند ہے لیکن مجھے ٹھنڈ سے چڑ ہے خاص کر برف سے۔

ایک دن ماما اپنی دوستوں کے ساتھ گھومنے چلی گئیں اور میں گھر میں اکیلی رہ گئی۔ باہر برف باری ہو

رہی تھی۔ گو مجھے برف باری کبھی اچھی نہیں لگی لیکن اس دن میں پہلی بار اُٹھ کر گھر سے باہر نکلی۔ پہلے دروازے پر کھڑی ہو کر جھانکتی رہی پھر کوٹ پہن کر پوری ہی باہر نکل آئی۔ پھر گھر سے دُور چلی گئی اور پھر بہت دُور۔

یہ نہیں میں کب تک چلتی رہی، یہ بھی یاد نہیں کہ اتنا کیوں چلتی رہی۔ ایک گلی تھی جہاں بہت سے بچے کھیل رہے تھے۔ کچھ میری عمر کے بھی تھے۔ تیرہ چودہ سال کے، کچھ مجھ سے بڑے بھی تھے۔ بہت شور تھا وہاں۔

اینٹوں سے بنی لمبی دیوار پر کچھ بچے رنگ برنگے چاک سے کارٹونز بنا رہے تھے۔ ایک چھوٹی سانتا کلاز بنا رہی تھی۔ ایک اٹھارہ انیس سال کا لڑکا برف سے نکلتی شارک بنا رہا تھا، نیچے ایک چاک گرا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر دیوار پر کچھ سوچے بغیر لکیریں کھینچنا شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد جب میں فارغ ہوئی تو وہاں عیسٰی بن چکا تھا۔ لڑکا جو شارک بنا چکا تھا وہ میرے پیچھے کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا۔

"بوائے فرینڈ؟"

اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے چونک کر پہلے لڑکے کو پھر اپنے بنائے اسکیچ کو دیکھا۔

"میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس دیوار پر کبھی اپنی گرل فرینڈ نہ بناتا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ یہاں یہ مٹ جائے گا۔"

"یہ اتنا خاص نہیں کہ اسے خاص جگہ پر بنایا جاتا۔"

"تمہارے لیے اتنی ہی چیز خاص نہیں... کتنا اچھا اسکیچ بنایا ہے تم نے لیکن مٹا دینے کے لیے۔"

میں مسکرا دی۔ مجھے پرواہ نہیں تھی کہ وہ مٹ جاتا ہے یا نہیں۔ وہ میرے ہاتھ سے نکلی لکیریں تھیں اور بس۔

اگر وہ میرے ہاتھ سے نکلی لکیریں تھیں تو وہ وہاں سیڑھیوں پر گٹار کون بجا رہا تھا۔ گیارہ سال بعد وہ دیوار سے کود کر یہاں کیسے آ گیا تھا۔

گیارہ سال پہلے وہ دیوار پر میرے ہاتھ سے کیسے بن گیا تھا؟

✿✿✿

میری دوست ثمرہ کی پینٹنگز کی نمائش تھی اور میں وہ دیکھنے الحمرا آرٹ گیلری آئی تھی۔

نہیں! یہ جھوٹ ہے۔ سچ یہ ہے کہ میں وہاں عیسٰی کے لیے آئی تھی لیکن بہانے سے۔ یعنی میرے اندر چور تھا۔ مجھے کوئی بہانہ چاہیے تھا جو مجھے مل گیا کہ میں تو ثمرہ کے لیے آئی ہوں۔ میں سرسری نظروں سے پینٹنگز دیکھنے لگی۔ ایسے ہی ادھر اُدھر کا ایک چکر لگانے لگی۔ دراصل اسے ڈھونڈنے لگی۔ مجھے شک تھا کہ وہ وہاں میوزک کلاسز لینے آتا ہے۔ شک کافی حد تک ٹھیک تھا۔ وہ اپنی کلاس لے کر باہر نکل رہا تھا۔ اس بار وہ مجھے دیکھ کر چونکا اور سیدھا چلتا ہوا میرے پاس آیا۔

"تم وہی ہو نا؟"

"وہی کون؟"

"جس نے اس دن میرے سہانے سپنے توڑ دیے تھے۔ سارے کے سارے سب کے سب۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "میں تمہیں یاد ہوں۔"

"جیسے چونک چونک کر، رک رک کر، سہم سہم کر تم مجھے دیکھ رہی تھیں، وہ تمہیں ہمیشہ یاد رکھنے کے لیے کافی تھا۔ یہ شرف مجھے پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا۔" مجھے اسے گھور گھور کر کسی نے نہیں دیکھا۔"

"مجھے کوئی شوق نہیں تمہیں دیکھنے کا۔" مجھے برا لگا کہ اس نے مجھ پر ایسے طنز کیے۔

"تمہیں یہ شوق پورا کرتے ہوئے میں نے خود دیکھا ہے۔"

"تم خود کو کیا سمجھ رہے ہو؟"

"عیسٰی!"

"مسٹر عیسٰی! آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہیں۔"

"دور کر دیں میری غلط فہمی۔" اس نے گٹار کو اپنے جوتوں پر ٹکا لیا اور گٹار کے کنارے پر اپنی

ٹھوڑی رکھ لی۔

"میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔"

"میں نے ایک نئی دھن سیکھی ہے سناؤں تمہیں؟"

گٹار کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر وہ پوچھ رہا تھا۔ اتنے دوستانہ انداز سے پوچھ رہا تھا کہ میں فوراً سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ اور وہ بھی بیٹھ کر گٹار بجانے لگا۔ اگر میں اس کی دھن کا ترجمہ ٹھیک سے نہیں بھی کر پا رہی تھی تب بھی وہ کچھ ایسے تھی۔

"وہ دیکھتی ہے مجھے...... رک رک کر...... چھپ چھپ کر......"

میں بھنا کر کھڑی ہو گئی اور پاؤں پٹخ پٹخ کر سیڑھیاں اترنے لگی۔ مجھے آج سے پہلے کسی نے ایسے شرمندہ نہیں کیا تھا۔ ٹھیک ہے وہ ایک آرٹسٹ ہے۔ اس میں اس کے فن اور اس فن کی لگن کے سب رنگ نمایاں ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے ایسا سلوک کرتا۔ اگر گیارہ سال پہلے میں نے اس کی تصویر کو دیوار پر نہ بنا دیا ہوتا تو اس کا باپ بھی مجھے اس کی طرف متوجہ نہیں کر سکتا تھا۔

جب میں تقریباً بھاگتی ہوئی اپنی کار کا دروازہ کھول رہی تھی تو وہ بھی تقریباً ہانپتا ہوا میرے پیچھے آ رہا تھا۔

"مجھے عیسٰی کہتے ہیں......"

اس دن میری قسمت بری طرح سے خراب تھی کیونکہ فوراً میرے منہ سے نکلا۔ "جانتی ہوں۔"

"اوہ! تو تم یا تا عمر مجھے تلاش کرتی رہی ہو...... میرا پیچھا کرتی رہی ہو...... میں بھی سوچ رہا تھا کہ آدھی رات کو کون مجھے اپنے خوابوں میں بلا لیتا ہے۔ اتنی نیند سے مجھے جگا دیتا ہے۔ اتنا جنون میرے لیے۔ تم میرے پل پل کا پتا لگاتی ہو۔ دیکھو کسی دن میرے کمرے میں نہ کود آنا۔ ویسے بھی میں سب سے اوپر والی منزل پر رہتا ہوں۔ کھڑکی تک آتے آتے تم خود اوپر پہنچ جاؤ گی۔ آنا ہو تو پائپ سے نہ آنا، گھر کے پچھلی طرف ایمرجنسی سیڑھیاں ہیں وہاں سے آ جانا۔"

میں بھنا کر پلٹی اور وہ قہقہے لگانے لگا۔ گھر آتے ہوئے میرا غصے سے برا حال رہا۔

مجھے کیا ضرورت تھی اس سڑک چھاپ کے منہ لگنے کی۔

✿✿✿

اس سے اگلی ملاقات این سی اے کالج میں ہوئی تھی۔ وہ اپنے دوست کے ساتھ درخت کے نیچے کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ میں قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک میری اس پر نظر پڑ گئی۔ چونکہ ایک مہینے بعد وہ چہرہ میرے سامنے آیا تھا اس لیے میں ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رک گئی۔ مجھے ٹھٹک کر رکتے ہوئے ایک لمحہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے مجھے دیکھ لیا اور قہقہہ لگا کر اپنی آنکھوں کے اُوپر ہاتھ رکھ کر ہلانے لگا۔ یعنی ایسے اشارے کرنے لگا کہ پھر سے مجھے چھپ چھپ کر دیکھ رہی ہو نا! میرا خون سمٹ کر میرے چہرے پر آ گیا۔ دل چاہا ایک نہیں ایک سو ایک تھپڑ مار کر آؤں اسے۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو۔" میرا بس چلتا تو خنجر اتار دیتی اس کے سینے میں۔

"عیسٰی......" اس نے آرام سے کہا۔ "نام ہے میرا، ویسے میں خود کو مائیکل جیکسن بھی سمجھ لیتا ہوں لیکن کبھی کبھی...... اور تم؟"

"میں...... مائی فٹ......"

"اوپس!" زبان کو ذرا سا باہر نکال کر وہ شرارت سے ہنسا۔

"دل چاہ رہا ہے، تمہارا منہ توڑ دوں۔"

"دل توڑ دو میرا...... پھر میں رانجھا بن جاؤں گا، پھر دیکھنا کیسی کیسی لازوال دھنیں نکلیں گی اس ٹوٹے ہوئے دل سے۔"

اس کی تیز دھار زبان کا مقابلہ کرنا کتنا مشکل تھا۔ میں کھڑی اسے گھورتی رہی۔

"تم کہہ کیوں نہیں دیتیں کہ تمہیں مجھ سے

محبت ہے اور تم یوں چھپ چھپ کر مجھے دیکھتی ہو۔“ جملہ اس نے ایسے کہا تھا کہ درخت کے آس پاس بیٹھے سب ہی اسٹوڈنٹس گردنیں گھما کر میری طرف دیکھنے لگے کہ کون کس سے محبت کرتا ہے اور یوں چھپ چھپ کر دیکھتا ہے۔ سارہ سامنے ایزل پر کام کر رہی تھی۔ اس بے چاری کا تو اسٹروک بھی غلط گھوم گیا۔ اس کا منہ بن گیا۔

”شٹ اپ......“

”اپ شش شش......“ اس نے آنکھ دبا کر کہا۔

”گوتو ہیل......“

”گوتو ہیل نہیں کہتے...... گو آن ہیل کہتے ہیں...... یعنی ہیلو پر چلو پھرو......“

”اف......“

”دیکھو، تم مجھے بہت زیادہ امیر لگتی ہو۔ میرا غریبانہ مشاہدہ کہتا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں بندھی اس گھڑی کی قیمت ستر سے اسی ہزار کے درمیان ہے۔“

اس کا غریبانہ مشاہدہ غلط تھا۔ میری ریسٹ واچ کی قیمت ڈیڑھ لاکھ تھی۔

”یہ تم نے سوئس ہی پہن رکھی ہے نا۔ ہاں! یہ وہی ہے اور تمہاری کار...... چلو اسے چھوڑتے ہیں۔ چلو مان لیتے ہیں کہ میں بھی تمہیں پسند کرنے لگوں گا لیکن تمہارے ڈیڈی، یا پاپا جو بھی تم انہیں کہتی ہو ان کو مجھ جیسا غریب انسان پسند نہیں آئے گا۔ وہ مجھے ری جیکٹ کر دیں گے۔ بلکہ میری غربت کی کافی بے عزتی بھی کریں گے۔ میرا دل ٹوٹ جائے گا، تم خودکشی کر لو گی اور میں تمہارے غم میں ایک بڑا فنکار بن جاؤں گا۔ ویسے میں کوئی زیادہ نقصان میں نہیں رہوں گا۔ ہاں البتہ تم اپنا حساب کتاب پھر سے لگا لو۔“ وہ روانی سے کہہ رہا تھا۔

افسوس کا مقام تو یہ تھا کہ سب پوری توجہ سے اسے سن بھی رہے تھے۔ سارہ نے برش کو اپنی ٹھوڑی سے لگا لیا تھا۔ سب اسے اتنے غور سے کیوں سنتے تھے۔

”خودکشی مائی فٹ......“

اس نے قہقہہ لگایا۔ ”یعنی تم مان رہی ہو کہ تم مجھے پسند تو کرتی ہو لیکن خودکشی جچتا نہیں۔“

”اگر یہ نوبت آئی بھی تو تم ہی کرو گی...... محبت بھی تم ہی مجھ سے کرو گے اور خودکشی بھی کرو گے“

اس کا دوست دل کھول کر ہنسا۔ عیسیٰ نے مجھے آنکھ ماری۔ میں نے سارہ کے ہاتھ سے برش کھینچ کر عیسیٰ کے منہ پر رگڑ دیا۔ اس کا منہ سرخ لکیروں سے سج گیا۔

”تم نے مجھے سرخ رنگ دیا...... کیا نام ہے تمہارا...... ہاں صوفی...... یہ کیا کیا تم نے؟ تم کسی روز مجھے خون میں نہلاؤ گی۔ لیکن اگر خون کا دریا بہا کر بھی تمہیں پانا پڑا تو میں پاؤں گا...... تمہیں پا لوں گا میری جان!“

سب پھر ہنسنے لگے۔

✿✿✿

اگر وہ واقعی غریب تھا تو وہ غریبوں جیسا کیوں نہیں تھا۔ دبا دبا، احساس کمتری کا مارا ہوا۔ کپڑوں جوتوں کی طرح گاڑیاں تبدیل کرنے والی لڑکیوں سے بات کرتے ہوئے چیک ان رکھنے والا۔ یا وہ غریب نہیں تھا یا وہ غریب تو تھا لیکن اس کے پاس کچھ ایسا ضرور تھا جس کے بل پر وہ اتنا اتراتا تھا۔ اگر اس کی اتراہٹ اس کے فن کے بل پر تھی تو مجھے اس کی پرواہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پاپا کہتے ہیں۔ فنکار اور فقیر میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔

اگلے دن میں کالج گئی تو وہاں ہر ایک کو معنی خیزی سے ہنستے پایا۔ اس جیسے لڑکے کی اتنی اوقات تھی کہ میرے ساتھ اپنا اسکینڈل مشہور کراتا۔ ”میں اس لفنگے کا منہ توڑ دوں گی۔“ میں نے بینش سے کہا۔

”اسے مذاق کی عادت ہے۔ اس کی زبان ایسے ہی چلتی ہے، اسے انجوائے کرو یار!“

”تم کیسے جانتی ہو اسے؟“

”تقریباً سب ہی جانتے ہیں اسے، میں بھی تھوڑا بہت جانتی ہوں۔ وہ جو شارٹ کورسز ہو رہے ہیں، ان کی کلاسز لینے آتا ہے۔“

”وہ یہاں اسٹوڈنٹ ہے، اتنا امیر تو نہیں لگتا وہ۔“

”ہاہاہا! اتنا غریب بھی نہیں ہے وہ...... ٹیچر ہے وہ...... کبھی کبھی اسے اُدھار کی کلاسز بھی ملتی ہیں۔ اپنی کچھ یونیک دھنوں پر لیکچر دینے آتا ہے، سکھاتا بھی ہے۔ سارہ وغیرہ کی جو ایگزیبیشن ہوئی تھی اس کے لیے اسی نے تھیم میوزک کمپوز کیا تھا۔“

”تم یہ سب جانتی ہو تو میں کیوں نہیں جانتی۔“

”میں نے کئی بار ذکر کیا تھا اس کا کہ آؤ اس کی کلاسز لینے چلیں۔“

”کب؟“

”یہی کوئی دو مہینے پہلے۔“

مجھے خود پر حیرت ہوئی۔ ہاں بینش نے ذکر کیا تھا لیکن مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی میوزک کی ایکسٹرا کلاسز لینے میں۔ میں اس لیے بھی حیران تھی کہ اس سے ملاقات سے پہلے اس کا ذکر مجھ تک آ چکا تھا لیکن میں انجان تھی۔

اُف میرے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے۔ کیا میں کسی فیری ٹیل کا حصہ ہوں۔ میں نے اپنی زندگی اتنی حقیقت پسندانہ گزاری ہے کہ فیری ٹیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی کیا کم تھا کہ پاپا کے ایک بار سمجھانے پر میں نے پینٹر بننے کا خیال ہی دل سے نکال دیا تھا۔ پاپا کے دلائل بہت پُراثر ہوتے ہیں یا شاید وہ آنے والے وقت اور دنیا پر بہت گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا جو جذباتی ہو کر سوچتا اور فیصلے کرتا ہے۔ جیسا کہ پاپا کبھی جذباتی نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے اٹھائیس سال کی عمر میں خود سے آٹھ سال بڑی اپنے باس کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ ایک بار میں نے پاپا کے کاغذات میں ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر دیکھی تو ان سے پوچھ لیا۔

”یہ کون ہے پاپا! آپ کی کوئی کلاس فیلو؟“

”میں ایک مڈل کلاس لڑکا رہا ہوں صوفیہ! اور مڈل کلاس لڑکوں کی کلاس فیلوز لڑکیاں نہیں ہوتیں۔ ہوں بھی تو ان کے ساتھ دوستیاں نہیں ہوتیں۔ کلاس کا فرق ہر کلاس میں رہتا ہے۔ یہ میری

بیوٹی بکس کا تیار کردہ
سوہنی ہیئر آئل
SOHNI HAIR OIL

❁ گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
❁ نئے بال اگاتا ہے۔
❁ بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
❁ مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
❁ ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔
قیمت -/150 روپے
سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/150 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔
2 بوتلوں کے لئے ---------- -/400 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- -/600 روپے
6 بوتلوں کے لئے ---------- -/1100 روپے
نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔
منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

کزن ہے، خالہ کی بیٹی۔"

"آپ نے ان کی تصویر کو کیوں سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ آپ انہیں پسند کرتے تھے۔"

"ہاں! کرتا تھا، اچھی لڑکی تھی، ابھی بھی کبھی کبھار مل لیتا ہوں اس سے۔"

"کتنی پسند؟ شادی جتنی...... پھر شادی کیوں نہیں کی ان سے؟"

"ان سے کرتا تو تمہاری ماما سے کون کرتا۔"

"اب بھی ویسے ہی پسند کرتے ہیں انہیں؟"

"ہاں! اب بھی پسند کرتا ہوں۔ مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے اسے پسند کرنے کی۔ ہمیشہ پسند کرتا اور ہمیشہ ساتھ رہنا دو الگ الگ فیصلے ہیں۔ میں نے اسے ہمیشہ پسند کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور آج تک اسے نبھا رہا ہوں۔"

"آپ نے ان کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیوں نہیں کیا؟"

"پسند کسی کو بھی کیا جا سکتا ہے لیکن ساتھ ہر کسی کے نہیں رہا جا سکتا۔"

میں خاموش ہو گئی۔ ٹھیک کہا تھا پاپا نے۔ پسند کسی کو بھی کیا جا سکتا ہے لیکن ساتھ ہر کسی کے نہیں رہا جا سکتا۔

❁❁❁

"آؤ۔ تمہیں ایک دھن بجانا سکھاؤں۔"

مجھے کالج میں داخل ہوتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آج کالج میں موجود ہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ اس پر میری نظر پڑے اور میں رک کر اسے دیکھنے لگوں۔ ایسے اسے پھر سے باتیں کرنے کا موقع مل جاتا لیکن اس پر میری نظر کیا پڑی وہ خود ہی ایکدم سے عین میری نظروں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور گٹار پر دو تین بار انگلیاں مار کر کہنے لگا۔

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے بے زاری سے کہا۔

"گٹار سے؟"

"دونوں سے...... گٹار سے اور گٹار والے سے بھی......"

"گٹار اور گٹار والا دونوں اپنے اندر دلچسپی کے کئی سامان رکھتے ہیں، ہمیں آزماؤ تو سہی کبھی۔"

"ہونہہ! میں کبھی بی کلاس موویز نہیں دیکھتی۔"

"تو سی دیکھ لیا کرو بلکہ ڈی ای الیف دیکھا کرو۔ اپنی پسند ناپسند پر لکیر نہیں کھینچ دیا کرتے، کبھی کبھی راکھ کے ڈھیر میں سے بھی ہیرا نکل آتا ہے۔" اس نے اپنے کالر کھڑے کیے۔

"میرے پاس اتنے ہیرے ہیں کہ مجھے راکھ کے ڈھیر تک جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بھی چلے جاؤ یہاں سے۔" میں نے ہیرے کو واپس راکھ میں دفن ہو جانے کے لیے کہا۔

"تمہیں دیکھ کر ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم مجھ سے خفا خفا ہو۔"

میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ کس دھڑلے سے مجھ سے اپنا تعلق جوڑ رہا تھا۔

"تم ایسے کہہ رہے ہو جیسے تم......" میں نے تند و تیز لہجے میں کہنا چاہا اور اس نے مجھے ٹوک دیا۔ "میں ایک ہفتہ کالج نہیں آیا اور تم ناراض ہو گئیں۔ اچھا تو کیسے مانو گی؟ چائے یا آئس کریم؟ پیزا وغیرہ میں نہیں کھلاؤں گا۔ میری پاکٹ میں صرف پچاس روپے ہیں۔" کہا۔

"تم کس کالج کی کینٹین سے پچاس کے دو کپ ملتے ہیں؟" میں نے استہزائیہ پوچھا۔

"یعنی تم چائے پینے کے لیے راضی ہو بس تمہیں کم پیسوں پر اعتراض ہے۔ کالج کی کینٹین کی کون بات کر رہا ہے تم مستانے ماہی کو نہیں جانتیں؟ وہ جو مین مال سے ذرا ہٹ کر اپنا کھوکھا لگا کر کھڑا ہوتا ہے۔ ہاں ہاں وہی جس کے سامنے کے تین دانت غائب ہیں۔ تم نے گیس کر ہی لیا، لڑکی ویسے تم ذہین ہو۔"

"تمہارے گٹار کی تاروں کی طرح تمہاری زبان کی بھی تاریں ہونی چاہیے تھیں جنہیں کھینچ کر توڑ دیا جاتا۔"

"زبان کی تاریں بھی توڑ دینا، تم میرے ساتھ آؤ۔ تھوڑا سا چل کر جانا پڑے گا وہاں تک۔ بیس کا کپ، کڑک اینڈ بھڑک چائے۔"

"تم مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں! بلکہ تم مجھ سے فلرٹ ہی کر رہے ہو۔"

"تم مجھ سے محبت کر سکتی ہو، میں فلرٹ بھی نہیں کر سکتا۔"

"کس پاگل نے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہے؟" میری آواز اتنی بلند ہو گئی کہ اس نے ایکدم اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

"پاگل کو چھوڑو...... اچھا سنو پاگل! مجھے یقین ہے تم کبھی کسی کی بائیک کے پیچھے نہیں بیٹھی ہو گی۔ امیر لوگوں کا یہی مسئلہ ہوتا ہے جتنی مہنگی بور چیزوں کی جان ہی نہیں چھوڑتے۔ دروازے بند کر کے گھٹ کر بیٹھ جاتے ہیں، کیا ملتا ہے تمہیں ان چار پہیوں پر گھوم کر۔"

"اور تمہیں کیا ملتا ہے دو پہیوں پر گھوم کر؟"

"زندگی اور آزادی کا احساس۔ تمہیں کیا پتا کہ بائیک پر زندگی کتنے قریب سے ہو کر گزرتی ہے۔"

"مجھے کار کی کھڑکی سے ہی زندگی اچھی لگتی ہے، ویسے بھی مجھے کلاس لینی ہے۔"

"یعنی تم مجھے انکار نہیں کر رہیں، کلاس کے بعد آنے کے لیے کہہ رہی ہو؟"

"اگر تم مجھے ایسے ہی تنگ کرتے رہے تو میں یہ کالج چھوڑ دوں گی۔"

"لیکن اگر تم نے مجھے تنگ نہ کیا تو میں یہ دُنیا چھوڑ دوں گا۔"

"میرا خیال تھا، تم پڑھے لکھے ڈیسنٹ لڑکے ہو۔"

"تم نے اتنا سوچا میرے بارے میں؟"

"اُف! کیا چاہتے ہو تم، میں نے ایک بار تمہیں رک کر دیکھ کیا لیا، تم تو چپک ہی گئے ہو۔"

تم بھی ایسا ہی کرو۔ چلو آؤ میرے ساتھ، کلاس بنک کر دو۔ ویسے تمہارے کون سے چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے مر رہے ہیں جن کے لیے تم اتنی محنت کر رہی ہو۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ کلاس میں نے ہی بنک نہیں کی تھی اس نے بھی اپنے لیکچر کی کلاس بنک کی تھی۔ وہ تو وہاں بیٹھ کر میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ آگے جا رہا تھا اور میں اپنی کلاس لینے کے لیے کلاس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی لیکن ایسا ہو نہیں پا رہا تھا۔ بلکہ ایسا ہو گیا کہ میں اس کے پیچھے جانے لگی۔

وہ آگے میں پیچھے۔ اس نے بنا پیچھے مڑ کر دیکھے، جا کر بائیک اسٹارٹ کی اور اس یقین کے ساتھ کہ میں اس کے پیچھے موجود ہوں۔ بائیک کو کک لگا دی۔ اس کے کک لگاتے ہی میں اس کی بائیک کے پیچھے بیٹھ گئی۔ صرف دو پہیوں پر زندگی کو ذرا قریب سے دیکھنے کے لیے۔

"تم نے کہا تھا، چل کر جانا ہو گا، کڑک اینڈ بھڑک چائے پینے۔"

"تمہیں میری باتیں اتنی یاد رہتی ہیں۔ حرف آخر سمجھتی ہو۔ اتنے عزیز ہیں میرے الفاظ تمہیں؟"

بائیک کی تیز آواز کے ساتھ وہ چلا کر بولنے لگا۔

میں بائیک پر پہلی بار بیٹھی تھی۔ ہوا سے میرے بال بری طرح سے اُڑ رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ سب مجھے ہی دیکھ رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہ سب کیا سوچ رہے ہوں گے۔ "عیسیٰ اور صوفی" ساتھ ساتھ۔

اپنی وے! مستانے ماہی کی کڑک اینڈ بھڑک چائے اگر وہ چائے ہی تھی تو کافی "غیر چائے شدہ" تھی۔ میں نے جیسے تیسے اسے پیا کیونکہ وہ مجھے چائے پھینکنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ نہ واپس کرنے دے رہا تھا۔

"بیس کا کپ ہے...... پورا پیو......"

"میں دے دوں گی اپنے بیس روپے......"

"پھر تمہیں بیس لاکھ دینے ہوں گے۔ اگر میری غیرت کا جنازہ نکالنا ہی ہے تو ذرا بڑی قیمت سے نکالنا، بولو دو گی بیس لاکھ۔"

"کاش میں نے سالوں پہلے تمہارا اسکیچ نہ بنایا ہوتا۔" مجھے اس کی دھونس بری لگی۔

PARHLO.COM.PK

"کون سا اسکیچ۔" مجھے چڑانے کے لیے اس نے پرزور آواز سے چائے کی چسکی بھری۔
"کچھ نہیں...... ایسے سڑک کنارے کھڑے ہو کر، مستانے ماہی ٹائپ کے کھوکھے کی چائے پیتے ہوئے میں اسے اس اسکیچ کی بات کیسے سناسکتی تھی۔
"کیا تم نے میرا اسکیچ بنایا ہے؟" اگلے دن وہ کالج میں میرے ساتھ آکر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"بنایا تھا......"
"بناکر اسے "تھا" بھی کردیا۔"
"بہت سال پہلے بنایا تھا، اس وقت میں نیویارک میں تھی۔"
وہ سوالیہ میری طرف دیکھنے لگا۔ "بہت سال پہلے؟ تم مجھ سے اب ملی ہو، میں کبھی نیویارک نہیں گیا صوفی!"
"اسی لیے تمہیں پہلی بار دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ تم ویسے ہی ہو جیسے میرے چاک سے دیوار پر اُبھرے تھے۔"
"ناقابل یقین! کیا اسکیچ میں بھی میرے بال لمبے تھے؟"
"ہاں! اور داڑھی بھی تھی۔"
"میں بہت حیران ہوں، بہت زیادہ۔ تم اتنے سالوں سے مجھ سے محبت کررہی ہو۔"
"اب بس کردو یہ محبت محبت کرنا، تم جانتے ہو، ایسا کچھ نہیں ہے۔"
"ایسا کچھ نہیں ہے تو ایسا کچھ ہو جائے گا۔ ویسے میں تمہیں کافی پسند کرنے لگا ہوں۔"
"میں سب کو پسند آتی ہوں۔"
اس نے سر سے لے کر پاؤں تک مجھے دیکھا۔
"جیسے مجھے آئی ہو ویسے کسی کو نہیں آتی ہوگی۔" وہ گٹار بجانے لگا۔ "سنو......" وہ میرا نام بجا رہا تھا۔ میرا نام بھی دھن ہوسکتا تھا، معلوم نہیں تھا۔
"کیا پلاننگ ہے تمہاری؟ کب کام شروع کرو گے فلمز میں؟"
"پاکستانی فلموں کو میرے میوزک کی سمجھ نہیں آئے گی۔ گیا تھا ایک بار، کہنے لگے کوئی بھنگڑا وغیرہ بناؤ۔"
"تو بنالو بھنگڑا......"
"جو فن میں سودے بازی کرتا ہے، وہ بے ایمانی کرتا ہے پھر اسے حقیقی تخلیقات ملنا بند ہوجاتی ہیں۔"
"اف! اتنی سقراطی بقراطی باتیں، کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم ہالی وڈ کے خواب دیکھ رہے ہو؟"
"اگر انہیں میرا میوزک سمجھ میں آجاتا ہے تو ہالی وڈ میں کیا برائی ہے۔"
"تم اتنے ہی اونچے خواب دیکھتے ہو یا بس مذاق میں کہہ جاتے ہو۔"
"کرنے کے لیے بہت مذاق ہیں لیکن کیوں۔ خواب اُونچے ہوتے ہیں نہ نیچے، وہ بس خواب ہوتے ہیں۔"
"پاپا ٹھیک کہتے ہیں جو لوگ بڑے بڑے خواب دیکھتے ہیں وہ کچھ بنیں نہ بنیں خبطی ضرور بن جاتے ہیں۔"
"شاید تمہیں معلوم نہیں کہ فنکار حساس ہوتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"تو......؟" اس کا ایکدم سنجیدہ ہوجانا مجھے برا لگا۔
"جس وقت میں اپنے خواب کا ذکر کررہا تھا، تمہیں ایسی گھٹیا مثال دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ پاپا کو جا کر بتا دینا جو خبطی نہ ہو، وہ فنکار ہی نہیں ہوتا۔ فنکاری نارمل لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ رات کی ہوائیں اور دن کی ہوائیں مجھے الگ الگ سر سناتی ہیں۔ سنے ہیں تم نے کبھی ان دو وقتوں کے الگ الگ سر؟"
"آئی ایم سوری! لیکن پھر بھی تم حقیقت پسند نہیں ہو۔"
مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ فنکار ہی تو سب سے زیادہ حقیقت پسند ہوتا ہے۔ وہ حقیقت پسند ہوتا ہے جب ہی کچھ نئے خواب بیدار کرتا ہے۔ زندگی کی تلخیاں کم کرنے کے لیے۔ حقیقت کی عکاسی کے لیے۔ کچھ خواب زندگی کو واپس بلانے اور کچھ زندگی کو زندگی کرنے کے لیے۔
ہم دونوں روز ملنے لگے تھے۔ کبھی وہ کالج آجاتا تھا، کبھی مجھے پک کرلیتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا کبھی ایک ایسا دوست بھی بنے گا جو مجھے مس کال کرتا ہے کہ میں اسے فون کرلوں کیونکہ اس کے پاس بیلنس نہیں ہے۔ ایک ایسے لڑکے کے ساتھ میں گھوموں گی، چائے پیوں گی جو خوبصورت تو ہے لیکن خوش حال نہیں۔ ایسا غریب انسان جو مجھے نان حلیم کھلانے کے لیے چھوٹی سی دُکان میں لے جاتا ہے، اور مجھ سے دُکان کے کونے میں رکھے کولر سے پانی کا گلاس بھر کر لانے کے لیے کہتا ہے۔ اس سے جو اپنے گھر میں بھی بیل دے کر اپنے لیے پانی منگواتی ہے۔ مجھے اپنے اور اس کے درمیان کلاس کے فرق کا معلوم تھا۔ دل کے فرق کا بھی، لیکن پھر بھی......

۞۞۞

وہ ایک دو پرائیویٹ اکیڈمیز میں کلاسز لینے لگا تھا۔ چند ٹی وی شوز میں بھی حصہ لے چکا تھا۔ ٹی وی شوز میں اس کی دھنوں کی زیادہ پذیرائی نہیں ہوسکی تھی۔ دن بدن اس کی دھنیں گاڑھے فلسفے کی صورت اختیار کرتی جارہی تھیں۔ چند پروڈکشن ہاؤسز نے اسے کال کی لیکن ان کے ساتھ عیسیٰ کی بات نہیں بن سکی۔ یا عیسیٰ ان کے مطابق اپنی دھنوں کو بدل نہیں سکا تھا یا وہ عیسیٰ کی دھنوں کو سمجھ نہیں سکے تھے۔
ایک دن وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اپنے گھر والوں سے ملوانے کے بعد وہ اپنا گھر دکھانے لگا۔
"یہ دیکھو، یہ ہمارا کچن ہے! کچن میں ایک فریج ہے۔ جس میں دُودھ دہی بریڈ سب ہے۔ ہم کافی بھی پیتے ہیں اور ہمارے گھر میں بھی ایک ڈنر ٹیبل موجود ہے، وہ دیکھو سامنے...... ہاں وہاں ——وہ ہے ڈنر ٹیبل۔ رات کو سونے سے پہلے ہم بھی گڈ نائٹ کہتے ہیں اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ میرے پاس دو نائٹ ڈریس بھی ہیں۔ میں نے ایک کنسرٹ کیا تھا امریکن ایمبیسی میں، اچھے پیسے مل گئے تھے وہاں سے تو میں اور میری دو بہنیں سنگاپور بھی چلے گئے تھے۔ یعنی ہم سب جہاز میں بھی سفر کر چکے ہیں۔ گھر میں امی کی مدد کے لیے دو لڑکیاں آتی ہیں، ایک گھر کی صفائی کرتی ہے اور ایک کھانا پکا جاتی ہے۔ کپڑے ہم تینوں بہن بھائی اپنے اپنے خود دھوتے ہیں۔ میری امی سنڈے بازار جاتی ہیں لیکن وہ سبزیوں کی قیمت کم نہیں کرواتیں کیونکہ یہ کام میں کرتا ہوں۔"
"جب تم ایسی باتیں کرتے ہو تو مجھے یقین ہونے لگتا ہے کہ تم کبھی نارمل نہیں ہوسکو گے۔"
"اور تمہارے چہرے پر صاف صاف لکھا ہوتا ہے" اوہ! عیسیٰ تو واقعی میں غریب ہے۔" وہ مسکرایا۔
میں شرمندہ ہوگئی۔ اس کا گھر پرانی حویلی جیسا تھا۔ بڑے بڑے کمرے، برآمدے، پورچ اور لان۔ پورچ میں ایک کار کھڑی تھی جو دُور کھڑی ہی چلا رہی تھی کہ میں کار ضرور ہوں لیکن "کار آمد" نہیں۔ اس کے گھر کا رقبہ میرے گھر سے کہیں زیادہ تھا۔ فرق تھا تو اوپر بنی عمارت کا، جو پرانی تھی، سیلن زدہ اور کہیں کہیں سے ٹوٹی پھوٹی ہوئی تھی۔
"تم اس گھر کو بیچ دو اور چھوٹا لیکن جدید طرز کا گھر لے لو۔"
"ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ کیا جاسکتا ہے۔" وہ مسکرا دیا۔ اب وہ مجھے اپنے بچپن کی تصویریں دکھا رہا تھا۔
"یہ گھر میرے ماموں کا ہے۔ ماموں فرانس میں ہیں، جب تک وہ وہاں ہیں۔ ہم یہاں ہیں۔"
"تم فرانس چلے جاؤ، وہاں جا کر میوزک پر کام کرو۔ سنا ہے فرنچ بھی تمہاری طرح کے خبطی ہیں۔"
"تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں، تمہیں مجھ سے

شادی نہیں کرنی پھر تم ان سب چیزوں کا حساب کتاب کیوں کر رہی ہو؟"

"کیسا حساب؟"

"یہ گھر بیچ دوں، اچھے علاقے میں گھر لے لوں۔ کچھ پیسے کاروبار میں انویسٹ کر دوں وغیرہ وغیرہ۔"

میرا روم روم سنسنا اٹھا تھا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ میں یہی سوچ رہی تھی لیکن اسے کیسے معلوم ہوا۔

"میں ایسی کوئی پلاننگ نہیں کر رہی تھی، تمہیں ہر بار ایسا کیوں لگتا ہے کہ جو تم کہتے ہو، وہی ٹھیک ہوتا ہے؟"

"چلو پھر تم کہو اور میں تمہیں بتاؤں گا۔ وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔"

"میں ماما کے ساتھ ٹرپ پر جا رہی ہوں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ جاؤ، انجوائے کرو۔" اطمینان سے کہا۔

"اگر تم چلنا چاہو تو کچھ ارینج کیا جا سکتا ہے، تم مجھ سے اُدھار پیسے لے لو۔"

"کیا تم مجھے دس ایک ملین ڈالر دے سکتی ہو؟ جب قرض لینا ہی ہے تو انسان بڑا قرض لے۔"

"ہو سکتا ہے مجھے جرمنی پسند آ جائے اور میں آنا پسند نہ کروں۔" میں نے اسے ڈرانا چاہا۔

"جرمنی تمہیں پسند آئے گا لیکن تمہیں واپس آنا زیادہ پسند آئے گا۔"

"ہونہہ! تمہاری خوش فہمیاں تمہیں لے ڈوبیں گی۔"

"مجھے صرف تم لے ڈوبو گی صوفی! میں ٹالسٹائی ہوتا تو ایک گاؤں بساتا، کھیتوں میں کام کرتی ایک دیہاتن کو دل دیتا۔ سرِ شام جب سارا گاؤں آتش دانوں کے گرد جمع ہوتا، میں تمہارے لیے برف کے ڈھیر پر بیٹھ کر وائلن بجاتا۔"

"تم گٹارسٹ ہو......"

"ٹالسٹائی کے گاؤں میں، میں وائلن نواز ہونا پسند کرتا، تم بھی تو دیہاتن ہوتیں۔" اس نے آنکھ مار کر کہا۔

❁❁❁

لگژری زندگی بھی بور کر دیتی ہے یہ میں نے زندگی میں پہلی بار اس وقت جانا جب ہم ایک شپ میں بیٹھے سمندر کا سفر کر رہے تھے۔ سمندر کی لہروں پر اچھلتا کروز اور اس کے ڈیک پر کھڑے لوگوں میں میری دلچسپی خوفناک حد تک خوفناک تھی۔ میرا برگی لباس ہوا کے تھپیڑوں سے پھڑ پھڑا رہا تھا۔ میں نے بازوؤں کو اپنے گرد لپیٹنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ میں ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے کی روادار بھی نہیں تھی جسے دیکھنے کے لیے سب لوگ ڈیک پر موجود تھے۔ پھر مجھے کیا دیکھنا تھا؟

"یہ جذبہ تو دل دہلا دینے والا ہے۔" میں نے سردی سے نہیں ہم سے اپنے گرد بازو لپیٹ لیے۔

دل پر پہلی بار وار کرنے والے کے وار کتنے ہی کورے ہوں بڑے مہلک ہوتے ہیں۔ سورج کو پانی میں ڈوبتے دیکھ کر میں نے یہ احساس پایا۔ مجھے سمندر وحشت زدہ کرنے لگا تھا۔ اور آسمان کا وہ ٹکڑا جس کے نیچے میں اکیلی کھڑی تھی مجھ پر آ گرنے کے لیے جھکنے لگا تھا۔

دل پر پہلی بار وار کرنے والا عیسیٰ!

"اوہ عیسیٰ! تم میں ایسا ہے کیا کہ تم میرے لائق بن سکو۔ جس کے لیے میں یہ سمندر چھوڑ کر، پھلانگ کر یا تیر کر آؤں۔ گٹار کی تاروں سے سُر نکالنے والا، اجنبی اور ناسمجھ میں آنے والی دھنیں بجانے والا۔ اور بس؟ صرف چند بے معنی دھنوں کی تخلیق پر میں تمہیں اپنی تخلیق کا حق سونپ دوں۔ کیا ہے تم میں؟" خود سے کہتی رہی۔

کھینچ کھانچ کر بہت سے دنوں بعد جب میں واپس آئی تو صرف سات دن گزرے تھے۔ سات دن، اور وہ حبس زدہ تھا۔

"اتنا پیسہ لگا کر تم لوگ جاتے ہو اور ایک ہفتے میں واپس آ جاتے ہو۔ چار دن تو میں صرف مری میں لگا دیتا ہوں۔"

"میں تمہاری طرح سالوں بعد ٹریولنگ کے لیے نہیں جاتی، تھک گئی ہوں۔"

"گھومنے سے بھی کوئی تھکتا ہے۔ اگر مجھے کنٹریکٹ مل گیا تو مل کر چلیں گے، تمہیں بتاؤں گا سیاحت کیسے کی جاتی ہے۔"

"کیسا کنٹریکٹ؟"

"ایک ٹیلی فلم کے تھیم میوزک کا۔"

"ہاہا! لاکھ دو لاکھ میں تم مجھے لے کر گھومنے جاؤ گے؟"

"کچھ سیونگ بھی ہے میرے پاس۔ چار لاکھ میں ہم بہت آسانی سے عراق جا سکتے ہیں۔ افغانستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش بھی۔"

"تم مجھے سیاحت کے لیے لے کر جانا چاہتے ہو یا مروانے کے لیے۔"

وہ ہنسا۔ "میں اتنا غریب ہوں نہیں جتنا تم اپنی باتوں سے جتا کر مجھے بتا دیتی ہو۔ اچھا سنو! رات میں نے ایک دھن بنائی اور آج تم آ گئیں۔ میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ صوفی کا دل وحشت سے بھر جائے۔ اسے سمندر، جہاز اور لوگوں سے ڈر لگنے لگے اور وہ انہیں چھوڑ کر واپس آ جائے۔"

"اسے بددعا کہتے ہیں۔"

"میرے لیے یہی دعا ہے، تم آ گئیں، میری دعا قبول ہوئی۔"

"اب تم بھی سن لو! کبھی دعا میں مجھے نہ مانگنا۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو لیکن اتنے نہیں کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ فرض کرو اگر میں کچھ چھوڑوں گی تو تمہیں "بہت کچھ" چھوڑنا ہو گا۔"

"دنیا چھوڑ جاؤں؟"

"دیکھتے ہیں کہ تم کتنے کامیاب فن کار بنتے ہو پھر بات کرتے ہیں۔"

"یہ سب سے بری بات ہے جو تم نے اب تک کی ہے۔ تم دوبارہ کبھی مجھ سے بات نہ کرنا۔ تم تو واقعی میں ایک کاروباری انسان ہو۔ اگر میں لین دین پر آیا تو تم کچھ دے سکو گی نہ لے سکو گی۔ جان لو صوفی! میری دھنیں تمہاری ہیں۔ دنیا کے کسی بھی بازار میں جا کر بیچ دینا۔ جتنا چاہے کما لینا، تمام کام سب۔ ایسا ہو نہیں سکتا کہ جو مجھے عطا کیا گیا ہے، وہ بے مول ہو، ہاں شاید ابھی اس کے مول کے سکے نہیں بنے۔

تم مجھ پر دھن کی طرح وارد ہوئی ہو۔ تم مجھ پر تخلیق کی طرح ظاہر ہوئی ہو۔ میں تمہارے باطن سے بے زار ہوں لیکن میں پھر بھی تم ہی پر نثار ہوں۔ میں بے بس ہوں۔ جیسے آنکھ کھول لینے پر، کان سے سن لینے پر، دل کے دھڑک جانے پر۔ میں بے بس ہوں۔ ہمیشہ رہوں گا۔ میں تمہاری طرف ایسے کھنچا چلا آتا ہوں جیسے تاروں کو چھوتے ہی سُر کھنچے چلے آتے ہیں۔ مجھے تمہارا ساتھ نہیں چاہیے کیونکہ تمہیں ساتھ رکھنے کے لیے تمہارا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔ تم ایک امیر باپ کی بیٹی ہو، میں بھی بہت امیر ہوں۔ میری امیری میرا فن ہے۔ تم اپنی دولت سے دنیا کی ہر چیز ہر، آسائش خرید سکتی ہو لیکن اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے فن کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ ایک فنکار ہی جان سکتا ہے کہ وہ کس قدر مالا مال ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اسے کس نیاز مندی سے عطا کیا گیا ہے۔ میرے پاس زندہ رہنے کے لیے روٹی، کپڑا، مکان سب ہے۔ میں پیسے کے پیچھے نہیں بھاگتا۔ کیوں بھاگوں؟ کس لیے؟ پیسے کی اوقات ہی کیا ہے کہ میں اپنا سارا فن بھلا کر اسے دو، اور دو چار کروں؟ یہ تو ایسے ہی ہے کہ شہباز کو زمین پر چلنے کے لیے کہا جائے۔ کیوں چلے شہباز زمین پر، جب وہ اُڑ سکتا ہے؟ میں بھی اُڑ سکتا ہوں۔ پھر میں کیوں رینگوں۔ تم نہیں سمجھو گی صوفی! کیونکہ تم فیض یاب نہیں ہو۔ تم پر عطا نہیں ہوئی۔"

وہ پتا نہیں اور کیا کیا کہتا رہا مجھے یاد رہا تو بس اتنا کہ "میں پھر بھی تم ہی پر نثار ہوں، میں بے بس ہوں، جیسے آنکھ کھول لینے پر، کان سے سن لینے پر،

دل کے دھڑک جانے پر۔ میں بے بس ہوں، ہمیشہ رہوں گا۔"
میں بھی بے بس ہو گئی..... اسی وقت..... اتنی سی بات پر.....
وہ کتنے دن کالج نہیں آیا تھا۔ کتنے ہی ہفتے۔ فون پر جواب نہیں دیتا تھا۔ جب وہ اپنی دھنوں کے ساتھ زیادہ مصروف ہوتا تھا تو یہی کرتا تھا۔ میں اس کے گھر گئی، وہ کراچی گیا ہوا تھا۔ میں انتظار کرنے لگی۔ بہت انتظار کیا۔ بہت انتظار کیا اور پھر تین گھنٹوں بعد پہلی فلائٹ سے کراچی پہنچ گئی۔
ہوٹل کے کوریڈور میں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ساتھ چلتا ہنس رہا تھا، قہقہے لگا رہا تھا۔ میں اسے دیکھتی رہی، یہ ایسے کیسے ہنس سکتا ہے، قہقہے لگا سکتا ہے، یہ تو حد ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ لگا دیا۔
"تم یہاں کھڑے قہقہے لگا رہے ہو"۔
اس کا قہقہہ تھم گیا اور میں رونے لگی۔

❁❁❁

میری کلاسز بنک ہونے لگی تھیں۔ بیس روپے والی چائے مستانے ماہی نے پچیس کی کر دی تھی لیکن ہمیں وہ ڈسکاؤنٹ دے دیتا تھا۔ ایک دن پاپا نے ہمیں روڈ سائیڈ پر دیکھ لیا تھا۔ میں عیسیٰ کے ساتھ بائیک پر بیٹھی تھی۔ کار روک کر وہ عیسیٰ سے ملے، بات چیت کی اور چلے گئے۔ عیسیٰ حیران تھا کہ پاپا نے مجھے کچھ نہیں کہا۔
"ہو سکتا ہے، وہ تمہیں گھر جا کر ڈانٹیں، تم کل مجھ سے نہ ملنا۔"
"پاپا! ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"
"مجھے لگا تھا، وہ تم سے سختی سے پیش آئیں گے۔ تم بھی ہنس رہی ہو اور وہ بھی ہنس رہے تھے۔ تم امیر لوگ کتنے عجیب ہوتے ہو، کوئی اور ہوتا تو وہ اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑتا، گاڑی میں پٹختا اور مجھے غنڈوں سے پٹواتا۔"
میں بہت ہنسی۔ "تمہیں غنڈوں سے پٹوا کر

مجھے بہت خوشی ہو گی۔"
"چلو پھر اسی خوشی میں میری نئی دھن سنو"
مجھے سڑک کے کنارے بٹھا کر وہ گٹار بجانے لگا
"کیا تمہاری ساری ہی دھنیں ایسی [illegible] کے اوپر سے گزر جائیں۔" میں نے منہ بنا لیا۔
"شاید! ویسے میں کچھ ایسی دھنیں تخلیق کرنے کے خواب بھی دیکھتا ہوں جو ہر کان سنیں، جس سے ہر دل تڑپے۔"
"ہر دل اور ہر کان تک پہنچنے کے لیے تمہیں ایک بڑا پلیٹ فارم چاہیے۔"
"میں بڑے پلیٹ فارم کے بارے میں سوچوں یا اپنی دھنوں کے بارے میں؟"
"یعنی تم سمجھتے ہو کہ کسی دن تم کالج کے درخت کے نیچے بیٹھے اپنی دھن بجا رہے ہو گے اور ہالی ووڈ کی کسی بڑی میوزک کمپنی کا اونر یہاں سے گزرے گا۔ فرض کرتے ہیں وہ کالج کسی کام سے آئے گا۔ اور پھر وہ تمہیں سن کر کھڑا کا کھڑا رہ جائے گا۔ وہ متاثر ہو چکا ہے۔ وہ تمہیں ایک کنٹریکٹ آفر کرتا ہے، جسے تم قبول کرتے ہو پھر تم ہو گے اور شہرت۔"
"ایسا ہو سکتا ہے......" وہ سنجیدہ تھا۔
"یعنی تم حقیقت میں ایسے ہی خواب دیکھتے ہو؟"
"میں نے کہا نا، میں اپنی دھنوں کے بارے میں سوچتا ہوں، کیا کب اور کیسے نہیں۔"
"تو تم مجھ سے شادی کس بیس پر کرنا چاہتے ہو؟"
"نہ کروں شادی؟"
"تم نے کہا تھا، تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"
"تم نے بھی کہا تھا۔"
"شادی ایک ذمہ داری کا نام ہے کھوکھے کی چائے نہیں کہ مزے سے پی اور بائیک پر بیٹھ کر چلے گئے۔"
"شادی صرف وفا کا نام ہے۔"
"فلمی مکالمے! یعنی تم سیدھے سیدھے یہ کہہ رہے ہو کہ تم میرے سر پر پلنا چاہتے ہو۔"
"میں ایسا نہیں سوچتا جو میرا ہو گا وہ تمہارا ہو گا۔"
"اور تمہارے پاس کیا کیا ہو گا؟"
"تم اتنی امیر ہو صوفی! پھر بھی تمہیں اتنے کچھ کی فکر ہے۔ یہ ہو، وہ ہو۔ تمہارا دل نہیں بھرا؟"
"تم جب سے پیدا ہوئے ہو روٹی، کھا رہے ہو، تمہارا پیٹ نہیں بھرا؟"
"ٹھیک! ٹھیک کہا تم نے۔" وہ شاید کچھ کچھ سمجھ چکا تھا۔
"تم مجھ سے شادی کرنا چاہو تو ٹھیک ہے۔"
"ورنہ؟"
"ورنہ تم کسی اور سے محبت کر لو۔"
"اور تم بھی کسی اور سے محبت کر لو گی، ہے نا؟ ہاں کر لینا۔ خود کو کسی نقصان میں نہ رکھنا لیکن مجھے بتا دینا۔ میں ایک چیز اچھی طرح سے جانتا ہوں صوفیہ! جب گٹار کا تار ٹوٹ جاتا ہے نا تو نیا لگ جاتا ہے لیکن دل کا تار ٹوٹ جائے تو نیا نہیں لگتا۔"
"سائنس ترقی کر چکی ہے، تم فکر نہ کرو۔"
"سنو صوفی! جس دن تمہاری محبت کا تار میرے دل سے ٹوٹ گیا اس دن......"
"تمہیں فٹ پاتھ پر بکنے والے سستے ناولز پڑھنے چھوڑ دینے چاہئیں۔" میں نے غصے میں آ کر وہ انگلیاں پھنسا کر اس کے گٹار کا ایک تار کھینچ کر توڑ دیا۔
"دل رہ گیا ہے وہ بھی توڑ دوں گی۔"

❁❁❁

مجھے اس کی دھنیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں اور کبھی کبھی اس کی بھی۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے، کیا کہنا چاہ رہا ہے، اسے کیا چاہیے، مجھے اس وقت بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ یا ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ مجھے وہ ایک ایسا جذباتی آرٹسٹ لگتا جو اپنے فن کے لیے ضرورت سے زیادہ حساس ہے اور میری محبت کے لیے بھی۔ پاپا کہتے ہیں حساس انسان خطرناک ہوتے ہیں۔ اس سب کے باوجود میں اس کے ساتھ تھی۔ اتنی ساتھ کہ ایک بار بینش نے مجھے ایک پروفیسر کی بات سنائی جو انہوں نے میرے اور عیسیٰ کے بارے میں کہی تھی۔
"وہی پرانی کہانی...... ایک لڑکی تھی سسی گورنر سندھ کی بیٹی تھی، آج کل کینیڈا میں اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور وہ لڑکا...... وہ بی کلاس کتابوں کے ٹائٹل بناتا ہے۔ نام بدل جاتے ہیں، کردار اور انجام وہی رہتے ہیں۔"
مجھے اپنے بارے میں یہ تبصرہ بہت برا لگا۔ میں نے عیسیٰ کو بتایا تو وہ مسکرانے لگا۔
"تمہیں اس میں برا کیا لگا ہے؟"
"انہیں کیا لگتا ہے، ہم تاریخ دہرا رہے ہیں۔"
"شاید!"
"یعنی تم مجھے چھوڑ دو گے۔"
"میرا خیال ہے، سسی نے اس مصور کو چھوڑا تھا۔"
"ضروری نہیں! یہ بھی ہو سکتا ہے، پینٹر اپنی پینٹنگز چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوا ہو۔"
"محبت اور فن ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں صوفی! اکثر ایسا ہوتا ہے چھوڑا نہیں جاتا بس چھوٹ جاتا ہے۔"
"اب یہ کون سا فلسفہ ہے؟"
"بہت سادہ...... تمہارے پاپا مجھے پسند کرتے ہیں میرے گھر والے تمہیں لیکن دراصل یہ تم ہو جو چھوٹ جاؤ۔"
"یعنی میں تمہیں چھوڑ دوں گی، بے وفائی کروں گی؟"
"نہیں! تم اسے بے وقوفی کہو گی۔"
"تم سے محبت کو؟"
"بالکل!"
"یہ تم بھی کر سکتے ہو۔"
"ہاں! کیوں نہیں۔ میں بھی کر سکتا ہوں۔"

"یعنی ہم دونوں بدل سکتے ہیں؟"

"جہاں تک میں خود کو جانتا ہوں۔۔۔ میں کبھی نہیں بدل سکتا۔"

"جہاں تک میں خود کو جانتی ہوں...... ہاں! میں بدل سکتی ہوں۔" میں نے کہا تو وہ یک ٹک مجھے دیکھنے لگا۔

وہ جانتا تھا اور میں بھی کہ میں سچ بول رہی ہوں۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"تم اپنی زندگی میں ہر طرح سے آزاد ہو۔ مجھے کہیں بھی تم پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارے ساتھ رہتے ہوئے بھی اور تم سے دُور ہو کر بھی۔ لیکن میں اتنا ضرور چاہتا ہوں صوفی! کہ اگر مجھے چھوڑنا ہو تو احترام سے چھوڑ دینا۔ میرے دل پر کاری ضرب نہ لگانا...... رسوانہ کرنا......"

"اور کچھ؟" مجھے اس کی باتوں پر اس وقت ہنسی آرہی تھی، جن پر بعد میں رونا آیا۔

"اور کچھ نہیں۔ چلو آؤ، تمہیں برگر کھلاؤں۔"

"برگر...... وہی ساٹھ روپے والا برگر؟"

"نہیں ایک سو بیس والا۔ اگر تم پانچ سو والا کھانا چاہتی ہو تو تم کھا سکتی ہو، مجھے اس میں سے ایک سو بیس کا نکال کر دے دینا۔"

"ہاہاہا!" مجھے بے تحاشا ہنسی آئی۔ "تم گٹار وٹار چھوڑ کر کامیڈی شروع کر دو۔"

"ٹریجڈی شروع کر تو دی ہے...... تمہارے ساتھ......" اس نے آنکھ ماری۔

✿✿✿

واقعی ٹریجڈی تو شروع ہو چکی تھی۔ اتنی کہ اب اکثر رات میں مجھے خواب آتے تھے کہ گیارہ سال پہلے بنایا جانے والا اسکیچ جو سیاہ چاک سے بنایا تھا اب میں سرخ چاک سے بنا رہی ہوں۔ خواب کی ہر تفصیل ویسی ہی تھی جیسی حقیقت میں تھی، بدلا تھا تو بس رنگ۔ "سرخ رنگ"۔

میں نے ایک دو بار سوچا کہ مجھے عیسیٰ کو بتانا چاہیے کہ میں ایسے خواب دیکھتی ہوں لیکن میں اسے بتا نہیں سکی۔ وہ ہر بات میں کوئی نہ کوئی عجیب نکتہ نکالتا تھا۔

اکثر وہ میری باتوں پر چپ ہو جاتا اور غور سے میری طرف دیکھتا کہ مجھے تشویش ہونے لگتی۔ میں یہ بات محسوس کرنے لگی تھی کہ وہ مجھے مجھ سے زیادہ جاننے لگا ہے۔ پھر بھی مجھے لگتا تھا کہ میں اس سے بہت کچھ مخفی رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ مجھے یہ کہ میں اس سے محبت تو کرنے لگی ہوں لیکن اسے سچائی سے نبھانے کا کوئی عہد شاید نہیں رکھتی۔

✿✿✿

میری فرینڈز اسے کافی پسند کرتی تھیں بلکہ ان میں وہ بہت مقبول ہو رہا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایک دن بڑا نام پیدا کرے گا۔

"کیسے؟" میں پوچھتی۔

"تم نے اس کی لک دیکھی ہے۔ لمبے بال، پھٹی پرانی جینز، کراس گٹار، الجھی ہوئی داڑھی۔ اس میں مشہور ہونے کی ساری صفات موجود ہیں۔"

"مشہور تو وہ ابھی بھی بہت ہے کالج میں۔"

"دُنیا میں بھی ہو جائے گا، سوچ رہی ہوں، اسے ڈیٹ کر لوں تا کہ اس کی ایکس گرل فرینڈز کی لسٹ میں شامل ہو جاؤں۔ ویسے وہ تھوڑا سا غریب نہیں ہے؟"

"پتا نہیں اس تھوڑا غریب سے اس کا کیا مطلب تھا۔ "یعنی کتنا تھوڑا سا غریب؟"

"یار! وہ شوقیہ بائیک پر آتا ہے یا اس کے پاس ہے ہی بائیک؟"

"وہ بس پر بھی آتا ہے۔ آج تک جو اس نے مجھے مہنگا ترین لنچ کروایا ہے وہ پانچ سو ساٹھ بل کا کروایا ہے۔"

سب دل کھول کر ہنسیں۔ میں اس کی غربت کا مذاق اڑاتی رہی۔

"پھر بھی وہ مجھے پسند ہے۔" نورے نے کہا۔ "تمہاری جگہ میں بھی ہوتی تو اسے مست ڈیٹ کرتی۔ تم نے دیکھا کہ وہ کس بے نیازی سے چلا

ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے اسے دُنیا میں کسی کی کوئی پرواہ ہی نہیں۔ یونو ایسے لاپرواہوں کی پرواہ لینے کو کتنا دل چاہتا ہے۔" دل کی طرف ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میری وہ بہت پرواہ کرتا ہے۔" میں نے فخر سے بتایا۔

"اگر میں اس سے شادی کروں تو میں اسے میوزک کمپنی کھول کر دوں یا میوزک اکیڈمی؟"

مجھے اس بات نے حیرت زدہ کر دیا۔ نورے نے اس پر انویسٹمنٹ تک کے بارے میں سوچ لیا تھا۔ اتنی اہمیت دے رہی تھی وہ اسے۔ میں نے عیسیٰ کو سب بتا دیا۔

"دخبطی سوچیں۔" وہ قہقہے لگا رہا تھا۔

"لوگوں کو تم میں اتنی دلچسپی ہے۔" مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔

"یہ سب وقتی ہوتا ہے یار! شاید میں الگ ہوں تو اپیل کرتا ہوں یا تھوڑا سا خوبصورت۔ مجھے اگنور کرنے کی عادت ہے اور تم جانتی ہو، جو لڑکا اگنور کرتا ہے وہ لڑکیوں کی ایگو کو ہٹ کرتا ہے۔ مجھ جیسے کچھ لوگ آگے چل کر اسٹار بن گئے تو لوگوں کو لگتا ہے میں بھی ویسا ہی اسٹار بنوں گا۔ یونو ہم مستقبل کو ہمیشہ سجا کر رکھتے ہیں، اسے کامیاب دیکھتے ہیں۔ لیکن آخر کار ہر چیز اپنی کشش کھو دیتی ہے اور ان میں انسان سب سے زیادہ جلدی اپنی کشش کھو دیتے ہیں۔"

"یعنی میری کشش بھی ختم ہو جائے گی؟"

"ہو جائے گی...... اگر محبت ختم ہو گئی تو کشش کیسے رہے گی۔"

کبھی کبھی وہ اتنا ہی صاف گو ہو جاتا تھا۔ میں ہر روز اس سے ملتی اور مجھے لگتا کہ وہ آج نئی بات کر رہا ہے وہ پہلے جیسا نہیں رہا۔ اگلے دن ملتی تو لگتا وہ کل جیسا نہیں رہا۔ یہ بھی سچ ہے کہ وہ مجھے بہت زیادہ حیران کرنے لگا تھا۔ اکثر مجھے لگتا کہ اس کے پاس کوئی جادو ہے۔ وہ میرے دل کی بات جان لیتا تھا۔ وہ میرے دل کا خیال اور چوری دونوں پکڑ لیتا تھا۔ عیسیٰ، وہ اپنی ذات میں چھوٹا موٹا درویش لگتا تھا۔ اسے الہام ہوتے تھے۔ جو اس پر وضاحت سے آشکار ہوتے رہتے۔ لیکن اس کی ذات کے بارے میں یہ الہام مجھے اس کے جانے کے بعد ہوئے۔ مجھ پر وہ اپنے ختم ہو جانے کے بعد آشکار ہوا۔

✿✿✿

ایک رات وہ ڈنر کے لیے گھر آیا۔ اس نے ماما کے لیے گٹار بھی بجایا۔

"ہم اس کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں، یہ اسٹار بن جائے گا، صوفی بھی خوش ہو جائے گی۔" ماما نے پاپا سے کہا جو میں نے سن لیا۔ پاپا اسے اپنے ساتھ چہل قدمی کے لیے لے گئے تھے۔ زیادہ تر پاپا ہی بولتے رہے، وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ میں جانتی تھی کہ وہ اس سے وہی سب کہہ رہے ہیں جو مجھ سے کہتے رہتے تھے۔

"کیا کہا پاپا نے تم سے؟"

"وہ تمہارے لیے فکرمند ہیں، انہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں کوئی روگ لگا دوں گا۔ جبکہ میں نے ان سے کہا کہ یہ ڈر مجھے تم سے ہے۔" یہ بات کہتے ہوئے وہ بہت سنجیدہ تھا۔

"پاپا نے مجھ سے کبھی ایسی بات نہیں کہی تھی، روگ وغیرہ کی۔ پاپا بھی نا بس!"

"ان کی کچھ باتیں مجھے بہت اچھی لگیں۔ انہوں نے کہا" ہر انسان کی ایک مخصوص فطرت ہوتی ہے اور وہ اسی کے زیر اثر محبت کرتا ہے جبکہ محبت کو فطرت کے تابع نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں بھی نہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔ انہوں نے کہا۔ تم نے زندگی میں وہی کیا جو انہوں نے تم سے کہا۔"

"ماں باپ کی بات ماننا اچھا ہوتا ہے، میں پاپا کی عقل مندی کی مداح ہوں۔"

"ہاں اچھا ہوتا ہے، برا تب ہوتا ہے جب جنون جاتا رہے۔ تم اس لیے ان کی سب باتیں نہیں مانتیں کہ تم بہت فرماں بردار ہو۔ تم اس لیے مانتی ہو کہ تمہارے اندر جنون ہے ہی نہیں۔"

PARHLO.COM.PK

میں بجنے لگی۔ "مجھے کیا ضرورت ہے جنون پالنے کی۔ میرا ماننا ہے کہ زندگی ایک بار ملی ہے ہمیں اسے جنون وغیرہ کی کشتی میں سوار نہیں کرنا چاہیے۔"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس رات میں نے اسے بے حد سنجیدہ پایا۔ وہ ہنس رہا تھا، کافی پی رہا تھا، پاپا کے ساتھ سیاست پر بات کر رہا تھا لیکن پھر بھی وہ سنجیدہ تھا۔ اس کی ایسی مسکراہٹ نے مجھے بہت اداس کر دیا۔ میں یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔

جب وہ جانے لگا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں عیسیٰ! اپنی زندگی میں موجود کسی بھی چیز سے زیادہ۔"

وہ مسکرا دیا۔ اس نے اپنے سر کو میرے کان کے قریب جھکایا اور پھر کچھ کہے بغیر میرے کان کی لو کو چھو کر پلٹ گیا۔ میں پہلی بار بستر پر کروٹیں بدلتی رہی۔ مجھے رات کی سیاہی پر رونا آیا۔ ساری رات میں عیسیٰ کا گٹار بجاتی رہی۔ صحرا میں اکیلی۔ اور اس کی دھنیں امر بیل کی طرح میرے وجود سے پھوٹتی رہیں۔

"عیسیٰ! تم کون ہو۔"

✿✿✿

"میں کل رات سو نہیں سکی۔" میں نے جاتے ہی اسے اپنی سرخ آنکھیں دکھائیں اور پھر اس کی آنکھیں دیکھ کر چونک گئی۔ "کیا تم بھی جاگتے رہے ہو؟"

"ہاں! میں دھنیں بنا رہا تھا۔" وہ جھوٹ بول رہا تھا۔

"اچھا! لیکن وہ دھنیں تو میرے خوابوں سے نکلتی رہی ہیں۔"

"اچھا!" اس نے غور سے میری طرف دیکھا۔

"تم اتنے چپ چپ کیوں ہو..... اتنے دکھی جیسے رونے لگو گے؟"

اس نے قہقہہ لگایا لیکن پھر بھی وہ مجھے روتا ہوا ہی لگا۔

"تم کل رات بھی سنجیدہ ہو گئے تھے، پاپا کی کس بات نے تمہیں اتنا خاموش کر دیا ہے؟"

"تمہارے پاپا بہت اچھے ہیں، بہت ذہین ہیں۔ انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا کہ مجھے برا لگتا۔"

"پھر..... پھر کیا ہوا ہے عیسیٰ؟ میں صحرا میں اکیلی کیوں کھڑی تھی میرے ہاتھ میں تمہارا گٹار کیوں تھا؟"

"مجھے خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔"

"آنی چاہیے۔ تمہیں ہر اس خواب کی تعبیر آنی چاہیے جس میں تم آؤ، جس میں تم نہ آؤ۔"

وہ غور سے میری طرف دیکھنے لگا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔ مجھے خوشی ہے کہ میں تمہارے خوابوں میں آتا ہوں۔"

"تم ہی تو نہیں آئے! تم نے اپنا گٹار بھیج دیا، کیا ایسا ہوتا ہے۔ تم چاہو گے کہ اپنی جگہ میں اپنی کار بھیج دوں، اتنی بات یاد رکھنا عیسیٰ! میں نے تمہیں سالوں پہلے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے تم میری انگلیوں سے کسی الہام کی طرح نکلے ہو۔"

وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ ہم اس کی بائیک پر بیٹھے اور رات تک گھومتے رہے۔ اس بار یہ گھومنا ایسا تھا جیسے وہ اپنے دل کو تسلیاں دے رہا ہو۔ مجھے اس کی کسی بات، کسی بھی انداز پر ہنسی نہیں آئی۔ نہر کے کنارے مجھے سامنے بٹھا کر وہ میرے لیے گٹار بجاتا رہا۔ پھر بھی سب بے سرا رہا۔ ایسا لگا جیسے کوئی اپنے زخم کو رستا چھوڑ کر میرے زخم پر مرہم رکھ رہا ہو۔ میں نے غصے میں آ کر اسے جھنجھوڑ دیا۔ شام ساری کی ساری ڈھل چکی تھی، رات اس کے چہرے سے پھوٹتی ہوئی لگتی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں..... بتاؤ مجھے..... کیا ہوا ہے عیسیٰ کو؟"

وہ اپنے گٹار کو گھورنے لگا۔ "کسی دھن کی طرح مجھ پر یہ الہام ہوا ہے صوفی!" کہتے کہتے وہ رکا۔

"کیا الہام ہوا ہے تمہیں عیسیٰ؟"

"ایک تار ضرور ٹوٹے گا..... گٹار کا یا میرے دل کا....."

اس کی ایسی باتیں مجھے کوفت میں مبتلا کر دیتی تھیں۔ میں نے اس کے بالوں میں اپنی لمبی انگلیاں پھنسا کر انہیں کھینچا۔

"کچھ بوجھ کم کرواؤ اپنے سر کا..... کاٹ لو انہیں..... پتا نہیں کیا کیا سوچتے رہتے ہو۔"

سر اٹھا کر اس نے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں میرے اندر رقم ہو گئیں۔ پھر وہ آنکھیں، وہ نظر، وہ انداز، میں خود سے جدا نہیں کر سکی۔ لیکن یہ بھی تو بہت بعد میں ہوا جب واقعی میں ایک تار ٹوٹ چکا تھا..... اس کا مجھ سے۔

"عیسیٰ! اپنی زندگی سے جانے کے لیے تمہیں میری زندگی میں نہیں آنا چاہیے تھا۔"

✿✿✿

سنگاپور کی کسی کمپنی کو اس کے کسی ٹریک کی تھوڑی سی سمجھ آ گئی تھی اور انہوں نے پوری سمجھ کے لیے اسے سنگاپور بلایا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن پاپا نے مجھے روک دیا۔

"اس کا پہلا پراجیکٹ ہے، تم اسے یکسوئی سے کام کرنے دو۔"

"میں اسے ڈسٹرب نہیں کروں گی۔"

"وہ ڈسٹرب ہو گا تب ہی کوئی دھن بنا سکے گا، اسے ڈسٹرب کرنے کے لیے تم یہیں رہو۔"

مجھے پاپا کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر بھی میں یہیں رہ گئی تھی۔ عیسیٰ نے بھی کوئی خاص ضد نہیں کی تھی۔ جاتے ہوئے البتہ اس نے مجھ سے ایک بات کہی۔

"فنکار ناکام ہو کر تو زندہ رہ سکتا ہے لیکن رسوا ہو کر نہیں..... یہی حال محبت کا ہوتا ہے۔"

جب عیسیٰ ایسی باتیں کرتا تھا تو میں جھنجھلا جاتی تھی۔ مجھے اس کی ایسی الجھی ہوئی باتیں زہر لگتی تھیں۔

"بہتر ہے کہ تم وہاں ایسے کام کرو کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ کام مل سکے۔ ٹرینڈ کو فالو کرنا اور میوزک کمپوز کرنا۔"

میری بات پر وہ مسکرا دیا، یعنی وہ کرے گا اپنی مرضی۔

اس نے کی بھی اپنی مرضی اور پہلے ہی پراجیکٹ پر وہ اتنا بزی ہو گیا کہ مجھ سے باتوں میں لمبے لمبے وقفے آنے لگے۔ کبھی کبھار وہ مجھے اپنی ترتیب دی ہوئی دھنیں سناتا تھا لیکن مجھے ان کی کچھ خاص سمجھ نہیں آتی تھی۔

"مجھے کنٹریکٹ مل گیا ہے صوفی!" ایک دن اس نے مجھے بہت نارمل انداز میں بتایا۔

"تم خوش نہیں ہو؟" اس کی آواز سے خوشی اور جوش ناپید تھا۔

"خوش ہوں لیکن اب یہاں کافی وقت لگ جائے گا۔"

"وقت کی پرواہ کیوں کر رہے ہو، تم بس اسٹار بنو۔"

ہنس کر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر میں ہی بولتی رہی، وہ نہیں بول سکا۔ اب میں یاد کرتی ہوں تو مجھ پر واضح ہوتا ہے کہ اس نے تو اس وقت سے ہی آنے والے وقت کی بے راہ روی کی چاپ سن لی تھی۔ پھر وہ چپ کیوں نہ ہوتا؟

✿✿✿

میں اس دن کو کبھی نہیں بھول سکتی..... کبھی نہیں..... میں کالج میں درخت کے دائرے میں اکیلی بیٹھی عیسیٰ کے لیے اسکیچ بنا رہی تھی۔ میرا سر جھکا ہوا تھا اور میرے بال عیسیٰ کی داڑھی پر گر رہے تھے۔ اچانک میرے بالوں سے چھن کر آتی دھوپ رک سی گئی۔ عیسیٰ کا چہرہ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ کون ایسے میری دھوپ روک کر کھڑا ہوا ہے۔

"میں دعوا کرتا ہوں، میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کیا۔ ہارون نے۔

میں ہارون کی شکل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا سر میری طرف جھکا ہوا تھا اور وہ میرے بجائے

میرے اسکیچ کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے لوگوں کی شکلیں یاد نہیں رہتیں لیکن پتا نہیں کیسے مجھے اس کی شکل ازبر تھی۔ ایسا اسی وقت ہو سکتا تھا جب کسی کی قسمت بہت بری طرح سے خراب ہو۔ جیسے کہ میری۔ نہیں عیسٰی کی۔ یہ وہی تھا جس نے اس دیوار پر شارک کو بنایا تھا جس پر میں نے عیسٰی کو بنایا تھا۔

''یہی کوئی بارہ تیرہ سال پہلے میں نے اسے کہیں......'' ہارون یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

''بارہ نہیں گیارہ۔ تب بھی میں نے ہی اسے دیوار پر بنایا تھا جس پر تم نے......''

''اوہ!'' اس نے اپنے ہونٹ سکیڑ لیے۔ ''مجھے یقین نہیں آ رہا، میں یقین نہیں کروں گا۔'' وہ سر کو نان نان میں ہلاتے ہوئے کتنی ہی دیر زیرلب یہ فقرہ دہراتا رہا۔ وہ اس قدر حیران تھا کہ بار بار مجھے اور عیسٰی کو دیکھ رہا تھا۔

''کتنا عجیب اتفاق ہے بلکہ حیران کن...... حیرت انگیز...... ہے نا؟''

''ہاں! اس دن بھی تم وہیں موجود تھے اور آج بھی۔''

''میں نے اگلے کئی دن وہاں تمہارا انتظار کیا تھا۔ میں تمہیں ڈھونڈتا بھی رہا تھا، تم وہاں دوبارہ کیوں نہیں آئیں؟ کتنے دن تک میں تمہارے اسکیچ کی حفاظت کرتا رہا تھا۔''

''کیا وہ وہیں ہے...... اسی دیوار پر......؟''

''وہ دیوار گر چکی ہے، وہ پوری عمارت ہی ختم ہو چکی ہے۔ میں نے سوچا تھا، تم بہت بڑی پینٹر بن چکی ہو گی، تمہارے نام سے تمہیں انٹرنیٹ پر سرچ بھی کرتا رہا ہوں۔''

''میرے ایک اسکیچ سے تم نے مجھے آرٹسٹ مان لیا تھا۔''

''آرٹسٹ بننے کے لیے کتنے اسکیچز بنانے پڑتے ہیں؟'' اس نے کہا

''مجھ میں ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے۔''

''پھر یہ کیا ہے؟'' اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کیا۔

''میری ہابی!'' میں نے اس میرے اسکیچ کے بارے میں تو بتا دیا لیکن عیسٰی کے بارے میں نہیں بتا سکی۔

جس دن نیویارک میں میری اور ہارون کی پہلی بار ملاقات ہوئی تھی اس دن بھی وہ بہت جلد مجھ سے فرینڈلی ہو گیا تھا کہ ایسا لگتا تھا جیسے ہم دونوں بچپن سے دوست ہوں۔ اور اب جب وہ دوبارہ ملا تھا تو ایسے لگتا تھا جیسے میرے علاوہ اس کا کوئی دوست ہی نہیں تھا۔

وہ این سی اے میں ایک شارٹ کورس کے لیے آیا تھا۔ اس کی فیملی امریکا میں ہی رہتی تھی۔ یہاں وہ اپنے نانا، نانی کے گھر رہ رہا تھا۔ وہ دو مہینے سے کالج میں تھا۔ ان دو مہینوں کے دوران وہ کتنی ہی بار اس درخت کے پاس سے گزرا لیکن میں اسے اور وہ مجھے نہیں مل سکے۔ ہم ملے بھی تب جب میں عیسٰی بنا رہی تھی۔

میں نے ہارون سے دوستی نہیں کی تھی، نہ ہی اس نے ایسا کچھ کیا، بس سب کچھ ہوتا چلا گیا۔ جیسے عیسٰی بے نیاز رہا کرتا تھا ایسے ہی ہارون بھی رہتا تھا۔ عیسٰی کی شخصیت کے کچھ پہلو جھکنے پر مجبور کرتے تھے اور ہارون کی پوری شخصیت۔ میں نے اس وقت دونوں کا موازنہ نہیں کیا تھا لیکن بعد میں مجھے یہ سوچنا پڑا کہ ایسا کیوں ہوا کہ میں ہارون کے زیراثر آ گئی۔ کیا اس لیے کہ وہ اس پیمانے پر پورا اترتا تھا جس پیمانے کو مجھ جیسے رچ کڈ پسند کرتے ہیں۔ یا اس کی اپنی شخصیت کے رنگ میری ذات کے رنگوں سے تال میل کھا رہے تھے۔ یا میں لالچی تھی اس عورت کی طرح جو کبھی شاکر نہیں ہوتی۔ جس کے جتنے دیوانے ہوتے ہیں اتنی ہی اس کی ایگو (خود پسندی) کی پرواز اونچی ہوتی ہے۔

''عیسٰی کون ہے؟'' ایک دن ہارون نے مجھ سے پوچھا۔

''دوست ہے، ان فیکٹ بہت اچھا دوست

ہے۔''

''اسی لیے تم اسے اس دیوار پر بنا کر چھوڑ آئی جو بعد میں گر بھی گئی۔ کوئی دوستوں کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔''

میں نے کندھے اچکائے۔ ''بس ہو گیا۔''

''چلو پھر میرا ابھی اسکیچ بناؤ۔'' اس نے یکدم میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''ابھی؟''

''جب تم چاہو...... لیکن کسی ایسی دیوار پر نہیں جو گر جائے۔''

میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی اور اپنی گردن کو خم دے کر اوپر اٹھا لیا۔

''بناؤ گی...... مجھے......؟''

''ہاں! ضرور......''

اس کا سوال صرف اسکیچ سے متعلق نہیں تھا۔ میں جانتی تھی اور وہ بھی۔

اور پھر ایک شام میں نے دیوار کے بجائے اسے کینوس پر بنا ڈالا۔ راوی کے کنارے، دور دور تک پھیلے پانی، پانی پر اڑتے پرندوں کے شور میں۔

وہ شام ڈھلنے تک میرے برش کے زیراثر رہا۔ میرے برش سے زیادہ اس کی آنکھوں میں رنگ تھے۔ ایزل کے کنارے سے سر نکال کر جب میں اسے دیکھتی تو میری پتلیاں تھرا جاتیں۔ میرا دل راوی کے ٹھنڈے پانی میں کود جانے کو چاہتا کہ بس میں اس پار چلی جاؤں۔ اس پار جہاں ہارون ہے۔ مجھے یاد ہے۔ بہت اچھی طرح سے یاد ہے، اس وقت دور دور تک عیسٰی کہیں موجود نہیں تھا۔

✿✿✿

عیسٰی اتنا دور بھی نہیں تھا کہ ایسے اس سے دور ہو جایا جاتا اور اتنا قریب بھی نہیں تھا کہ اس سے قریب ہی رہا جاتا۔

اور ہارون...... وہ اتنا قریب آتا جا رہا تھا کہ میں نے خود کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹے دلائل دینے بھی چھوڑ دیے تھے۔ مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ اس کی موجودگی اتنی طاقت ور ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھ پر اپنا اتنا اثر رکھ سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہ میں اس کی خاموشی کو بھی سن سکتی ہوں۔ وہ جب جب میرے پاس آتا، میں اسے دیکھتی، مجھے محسوس ہوتا جیسے وہ میری سانسوں کے ذریعے راستے بناتا میرے اندر ہی اندر اتر رہا ہے۔

میں اپنے آپ سے اتنی نالاں ہو گئی کہ پریشان رہنے لگی۔ میں سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ میں اتنی تیزی سے کیوں بدل رہی ہوں۔ کیا عیسٰی ایک ایسا روغن تھا جو کٹ پھٹ کر اتر گیا اور اب اس پر ہارون کی پرت چڑھنے لگی ہے۔

یا یہ بات میرے جینز میں شامل تھی کہ مجھے یہی کرنا تھا۔ جیسے پاپا نے کیا اپنی کزن کے ساتھ۔

''ہارون کو ڈنر کے لیے گھر بلا لو صوفی!'' پاپا نے کہا۔

ہارون ایک دو بار مجھے گھر ڈراپ کر چکا تھا۔ پاپا شاید مجھ سے زیادہ اس کے بارے میں جان چکے تھے۔ یہ بھی کہ ہارون کی ورتھ مجھ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ صرف رچ کڈ نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

''ضروری ہے اسے ڈنر پر بلانا؟''

پاپا غور سے مجھے دیکھنے لگے۔ ذرا سا مسکرائے۔ انہیں حیرت یہ تھی کہ میں چھپا کیوں رہی ہوں۔

''ہماری کلاس میں ایک لڑکا تھا، وہ پروفیسر کے بلیک بورڈ پر میتھ کا سوال لکھنے کے دوران، منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر جواب حل کر لیتا تھا۔ سیکنڈز میں۔ میتھ میں اس نے ہمیشہ سو فیصد نمبر حاصل لیے تھے۔ آج وہ ایک درمیانے درجے کی اکیڈمی میں میتھ کا ٹیچر ہے۔ وہ کسی کالج میں اپنے لیے جاب تک حاصل نہیں کر سکا۔ جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ وہ ذہین تو تھا لیکن خوش قسمت نہیں، اسے میتھ کے فارمولے آتے تھے لیکن دنیا کے کلیے نہیں۔'' پاپا نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھ میں لے کر کہا۔

"ہر ذہین یا قابل انسان کامیاب نہیں ہوتا خاص طور پر فنکار۔ دنیا بھر میں سب سے زیادہ بد قسمت "فن کار" ہوتے ہیں۔ پینٹر، رائٹر، سنگر، میوزیشن اور ایسے ہی دوسرے لوگ۔ اکثر تو ان کے پاس وہ فن ہوتا ہے جو ان کے زمانے کے لوگوں کی سمجھ میں ہی نہیں آتا اور پھر جس زمانے کے لوگوں کو یہ سمجھ میں آتا ہے اس زمانے میں یہ خود موجود نہیں ہوتے۔"

"آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟"

"سنو! چپ کر کے سنو..... تمہیں فیصلے میں آسانی رہے گی۔"

"ہمارے کالج کی لائبریری میں ایک بوسیدہ سی کتاب ایک پروفیسر کے ہاتھ آ گئی تھی۔ پروفیسر نے کتاب کی کاپیاں کروائیں اور سب کو پڑھنے کے لیے دیں۔ کتاب دنوں میں کالج میں مشہور ہو گئی بلکہ کتاب کالج میں زبان زد عام ہو گئی۔ وہ کسی پرانے رائٹر کا ناول تھا، تقریباً چالیس بیالیس سال پرانا۔ پروفیسر نے رائٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو جانتی ہو انہیں کیا معلوم ہوا۔ رائٹر کی زندگی کا یہ آخری ناول تھا اور پہلا بھی۔ رائٹر نے اپنی کل جمع پونجی سے یہ ناول شائع کروایا لیکن کتاب کو وہ پذیرائی نہیں مل سکی جو رائٹر کے خیال میں ایسی شاہکار کتاب کو ملنی چاہیے تھی۔ وہ ل برداشتہ ہو کر مر گیا اور اپنے لکھے دوسرے سودے دریا میں بہا دیے۔"

"لیکن بعد میں اس کی کتاب مقبول ہوئی۔"

"میں نے کہانی مکمل نہیں کی صوفی! چند سالوں ر مجھے معلوم ہوا کہ ایک اسٹوڈنٹ نے جو کالج میں اول پڑھ چکا تھا، اور جس میں تھوڑے بہت لکھنے جراثیم بھی تھے، اس نے کالج میں موجود ناول کی یاں کسی نہ کسی طرح سے غائب کروا دیں۔ وہ ب چلا گیا اور وہاں اس نے معمولی سے رد و بدل ی ناول کو انگلش میں لکھ دیا۔ کتاب نہ صرف یلر رہی بلکہ رائٹر کو کئی ایوارڈز بھی ملے۔ تم نے دیکھا اس کا حقیقی رائٹر بدنصیب تھا، خوش نصیب کوئی اور نکلا۔"

"ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا پاپا!"

"ہاں! ہمیشہ نہیں ہوتا لیکن اکثر ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، بہت زیادہ بار ہوتا ہے۔"

"لیکن اس رائٹر کا کام زندہ ہے۔"

"کام کا خالق مر چکا ہے، اس کے فن نے اسے ذہنی آسودگی دی نہ مالی۔"

"آپ مجھے کیا سمجھانا چاہ رہے ہیں پاپا! میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا؟"

"میں ایک روایتی باپ کی طرح ری ایکٹ نہیں کرنا چاہتا صوفی! تمہیں امیری غریبی کا فرق نہیں بتاؤں گا۔ میں کسی فلم کا ولن باپ نہیں ہوں۔ تم بالغ ہو، آزاد خیال بھی، عیسیٰ سے شادی کر سکتی ہو..... کرو..... تمہیں جہیز کے نام پر بھی سب کچھ ملے گا۔ گھر، گاڑی، پیسہ، فیکٹری، سب کچھ۔ سب تمہارا ہی ہے۔ تم دونوں یہاں اس گھر میں بھی رہ سکتے ہو۔ لیکن یاد رکھنا غریب سے غریب شوہر اپنی بیوی کا بوجھ اٹھا لیتا ہے لیکن امیر سے امیر عورت اپنے شوہر کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ امیر عورت جیسے ہی شوہر کا بوجھ اٹھانے لگتی ہے، اسے وہ بوجھ لگنے لگتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے، بیٹے کے بچوں کو کشادہ دلی سے پال لے گی لیکن ایک شوہر کو نہیں۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟" کتنی عجیب باتیں کر رہے تھے وہ۔

"ایسے شوہر سے عورت نفرت کرنے لگتی ہے۔ فطرت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، یہ عورت کی فطرت ہے وہ مرد کو محبت تو دے سکتی ہے، جیب خرچ نہیں۔"

"اتنے چھوٹے دل کی نہیں ہوں میں پاپا!"

"چھوٹی عمر کی ہو تم۔ میں پچاس کا ہونے والا ہوں اور تمہاری ماں چند سالوں بعد ساٹھ کی ہو جائے گی۔ تمہاری ماں ڈپریشن کی مریضہ بننے والی تھی اور پھر اس نے ساری جائیداد میرے اور تمہارے نام کر کے اپنی جان چھڑالی۔"

"ماما نے بھی آپ کے ساتھ ایک خوش گوار زندگی گزاری ہے۔"

"تم ذہین ہو لیکن زیادہ نہیں۔ تمہاری ماما کی ایک آنکھ بے کار ہے، تم یہ تو جانتی ہو لیکن یہ نہیں کہ وہ اپنے ساتھ ایک خوبصورت شخص رکھنا چاہتی تھیں۔ صالحہ ایک اچھی عورت ہے لیکن اس کی کمزوری ایک آنکھ کے وجہ نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ اپنی ذات کا اعتماد مجھ سے حاصل کرتی ہے۔ میں اس کا پرائیڈ ہوں۔ تمہارے ساتھ ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ سوائے اس جذبے کے جو تمہاری عمر میں ہر خاص و عام کو اپنی لپیٹ میں لے ہی لیتا ہے۔ تمہیں لگتا ہے یہ واقعی میں محبت ہی ہے، یہ سب کو لگتا ہے صوفی! یہ جذبہ اتنا اندھا ہوتا ہے کہ انسان کو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ وہ یہ تک نہیں دیکھ سکتا کہ وہ کس گڑھے کی طرف جا رہا ہے۔"

✿✿✿

تو عیسیٰ ایک گڑھا تھا؟ پتا نہیں یہ پاپا کی باتوں کا اثر تھا یا ہارون کی آنکھوں کا۔ عیسیٰ مجھے واقعی میں گڑھا لگنے لگا۔ پاپا کے دلائل زیادہ مضبوط تھے یا میری محبت زیادہ کمزور تھی کہ میں نے ہارون کو گھر پر ڈنر کے لیے بلا لیا۔ میں خود ایک کچی ڈور تھی یا عیسیٰ کی محبت کہ میں نے ہارون کے اثر کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ میں نے ہارون کی اثر انگیزی کو اثر کی اجازت دے دی۔ کچھ دل سے، کچھ پاپا کے دلائل سے اور زیادہ پتھر دلی سے۔ عیسیٰ، وہ جن سیڑھیوں سے میرے دل میں آیا تھا، ان ہی سے میں اسے واپس لوٹانے لگی۔

میں ہارون کو یہ بتا نہیں سکی کہ میں ایک لڑکے عیسیٰ سے محبت کا دعوا کرتی رہی ہوں۔ نہ ہی یہ التجا کر سکی کہ خدا کے لیے مجھ سے دُور ہو جاؤ تا کہ میں اس سے اپنی محبت کا بھرم رکھ سکوں۔

اب جبکہ عیسیٰ جا چکا ہے تو اب بھی میں ٹھیک سے اپنا تجزیہ نہیں کر پائی کہ میں پہلے پیچھے ہٹی تھی یا میری محبت۔

میرا خیال ہے دونوں۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ میری محبت۔

✿✿✿

عیسیٰ سے دن میں چند منٹوں کی بات ہو جاتی تھی۔ پتا نہیں وہ دن بدن اتنا خاموش کیوں ہوتا جا رہا تھا۔ نجانے اب راتوں کو وہ میرے خوابوں میں اتنا زیادہ کیوں آنے لگا تھا۔ مجھے ایسا لگتا جیسے وہ مجھے اور ہارون کو چھپ کر دیکھ رہا ہے۔ جیسے ہماری فلم دیکھ رہا ہو اور خاموشی سے انجام کا انتظار کر رہا ہو۔

اپنے یا میرے......

محبت کے یا خود غرضی کے......

بے وفائی اور رسوائی کے......

میں نے ابتدا کیا کی اس نے انتہا کر دی۔ روز آنے والی فون کالز دنوں اور پھر ہفتوں میں آنے لگیں۔ آخری بار جب میری اس سے بات ہوئی تو اس نے یہ کہا تھا۔

"جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے، یہ لوگ میری دھنوں کے دیوانے ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر اگلی دھن انہیں پچھلی دھن سے منفرد لگتی ہے۔ میں نے انہیں ایک سنگل ٹریک کے لیے تین دھنیں بنا کر دیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ کس دھن کو نکال دیں اور کس کو رکھ لیں۔ انہیں تینوں ہی بے حد پسند آئی ہیں، تمہارا شکریہ صوفی!"

"میرا شکریہ کیوں؟"

"تم ہی تو ہو جس کی وجہ سے یہ دھنیں بن رہی ہیں۔"

"فلم کا تھیم کیا ہے؟"

آج سے پہلے میں نے کبھی اس سے تھیم کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ یہ بات بتاتے ہوئے اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ میں ٹھٹک گئی۔ مجھے شک ہوا کہ اس کے اندر جو ایک بڈھا سا بابا چھپ کر بیٹھا تھا اس نے اسے میری حقیقت کے بارے میں بتا دیا ہے۔ وہ بابا جو میرے اندر نقب لگائے بغیر میرے

PARHLO.COM.PK

دل کی چوری پکڑ لیتا ہے۔ وہ ہارون کا راز پا چکا ہے۔

"محبت..... ایک لڑکا مجھ جیسا، ایک لڑکی تم جیسی..... ایک وہ..... اور پھر....."

"وہ کون..... اور پھر کیا.....؟"

اس نے فون بند کر دیا۔

✿✿✿

مجھے اب ٹھیک ٹھیک یاد نہیں کہ اس دن پہلے کیا ہوا تھا، بلکہ مجھے تو کچھ بھی ٹھیک ٹھیک یاد نہیں۔ میں اب واقعات کو ایمان داری سے ترتیب نہیں دے پاتی۔ سب کچھ گڈمڈ ہو کر میری نظروں کے سامنے سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ واقعات کے جھرمٹ میں عیسیٰ کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہوں اور وہ مل بھی جاتا ہے لیکن دُور..... بہت دُور..... بہت ہی دُور ہوتا ہوا۔

ہارون نے مجھے گھر سے پک کیا تھا۔ وہ آج خاموش کم اور مدہوش زیادہ تھا۔ وہ بار بار گردن کو خم دے کر میری طرف دیکھتا اور اس کا دیکھنا کچھ ایسا تھا کہ مجھے لگتا تھا کہ میں اس کے قدموں میں جا بچھوں گی۔ گر جاؤں گی اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنی پیشانی پر رکھ دوں گی۔ کالج کی پارکنگ میں ہم کار میں بیٹھے تھے۔ نہ وہ کار سے نکلا تھا اور نہ ہی میں۔ اس نے اپنی دو انگلیوں کو میرے ہاتھ کی پشت پر رکھا اور انہیں پیانو کی طرح بجایا۔ اس کی آنکھوں کا نشیلا پن جو میری چاہت کی شدت میں بھڑک رہا تھا اس کی آنچ مجھ تک آئی اور میں نے اس کی انگلیوں کو اپنے ہاتھ کی پشت پر تھرکنے دیا۔

کچھ وقت ایسے ہی گزر گیا.....

ہارون کی قربت مجھ پر نشے کی طرح طاری ہونے لگی۔

ہاں! یہی وہ لمحہ تھا جب کالج کی چھت پر بیٹھے عیسیٰ کے گٹار سے نکلتی دھن اصل شکل میں ڈھل گئی۔

ٹھیک اسی وقت ایک تار ٹوٹا..... اس کے دل کا تار.....

چوکیدار کا کہنا تھا کہ وہ صبح ہی آ کر چھت پر چڑھ گیا تھا۔ حیرت ہے اگر اسے یہی کرنا تھا تو واپس ہی کیوں آیا۔ بینش، نورے، سارہ، نہ جانے کس کس کا یہ کہنا تھا کہ وہ ایک بے حد اُداس دھن بجا رہا تھا۔ اس کا گٹار رو رہا تھا۔ کچھ دیر تک اس کے دوست چھت پر اس سے بات چیت کرتے رہے تھے پھر وہ چھت پر اکیلا رہ گیا۔ وہ سنگاپور سے اچانک آیا تھا۔ پھر بھی اس کا آنا ایسا تھا جیسے وہ پہلے سے بہت پہلے ہی جا چکا ہے۔ جیسے وہ ہائے کہنے نہیں بائے کہنے آیا ہو۔ جس وقت میں کالج کے اندر آئی۔ سارہ جلدی سے میرے پاس آئی۔

"عیسیٰ آ چکا ہے، تمہیں فون کر رہی تھی میں، تم نے کال ہی اٹینڈ نہیں کی۔" سارہ کے انداز میں اتنا جوش تھا کہ ہارون نے میری طرف حیرت سے دیکھا۔

"تمہارا بیسٹ فرینڈ آ چکا ہے اور اس نے تمہیں اپنے آنے کی خبر ہی نہیں دی۔"

سارہ بھی قریب کھڑی کچھ کہہ رہی تھی لیکن میں نے کسی کی آواز نہیں سنی کیونکہ میرے کانوں میں اس کی دھن سرگوشی بن کر لفظوں میں ڈھل رہی تھی۔ لفظ جنہیں میں نے اس کے جانے کے بعد پڑھا۔ لفظ جن کی سمجھ سب کھو چکنے کے بعد آئی۔ میں نے سر کو اُوپر اٹھایا، مجھے چھت پر بیٹھا عیسیٰ نظر آیا۔ جسے پہچاننے میں مجھے بہت وقت لگا۔ اس کی شکل وہی تھی اور لمبے بال بھی۔ پھر بھی وہ اپنی شکل بدل کر آیا تھا۔ اس نے گردن جھکا کر نیچے میری طرف دیکھا، میری آنکھوں میں۔ اور جیسے اس کے سارے شک، وہم حقیقت نکلے۔ میری خود غرضی کے، دغا بازی کے اور بے وفائی کے بھی۔ اس نے میری حقیقت کو پا لیا۔ نہ سوال کی گنجائش رہی نہ الزام کی۔

گٹار اس کے ہاتھ میں تھا وہ، اسے بجا نہیں رہا تھا لیکن لوگوں کا کہنا ہے وہ بجا رہا تھا۔ اس دھن کو جو انہوں نے پہلے کبھی سنی ہی نہیں تھی۔ اس دھن نے اتنا شور برپا کر دیا تھا کہ چوکیدار چھت کی طرف بھاگ کر گیا تاکہ اسے کان سے پکڑ کر نیچے لے کر آئے۔ کچھ پروفیسرز رک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ اس کے کچھ دوست، چھت کی طرف بھاگے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اتنی محویت میں گٹار بجا رہا تھا کہ اسے یہ ہوش بھی نہیں رہا تھا کہ وہ کسی بھی وقت چھت سے گر سکتا ہے۔

ہاں! وہ اتنا ہی محو تھا۔ اتنا کہ این سی اے کالج کی سرخ اینٹیں اور مال روڈ کی بہتی سڑک اس کی دھن کے سوگ میں ساکت ہو گئی۔ درختوں پر بسیرا کرتے پرندے اس کے اطراف گھنٹوں کی طرح ٹن ٹن بجنے لگے کہ شاید وہ اپنا ارادہ بدل دے لیکن وہ.....

میرا سر اس کی طرف اٹھا رہا لیکن اس کی نظر دوبارہ میری طرف نہیں جھکی۔ اس کی محویت نہیں ٹوٹی۔ ارادہ نہیں بدلا۔ عیسیٰ، وہ جب چھت سے نیچے گرا اور اس کا سر اینٹوں سے ٹکرایا، اس کا وہ گٹار جس کے سب تار سلامت تھے کچھ دور جا گرا۔ وہ تب بھی اتنا محو تھا کہ اس نے اپنی موت کا استقبال نہ فنکار بن کر کیا، نہ لازوال ہو کر۔ اور نہ ہی بے مثال ہو کر

"عیسیٰ"..... میں اتنے زور سے چلائی کہ جو جہاں تھا وہ وہیں کھڑا رہ گیا۔

"کسی دھن کی طرح مجھ پر الہام ہوا ہے۔"

"کیا الہام ہوا ہے تمہیں عیسیٰ؟"

"ایک تار ضرور ٹوٹے گا..... گٹار کا یا میرے دل کا....."

اور بہت دیر سے لیکن یہ ہوا۔ مجھے اس تار کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ اس کے دل کے تار ٹوٹنے کی۔

"انہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں کوئی روگ لگا دوں گا جبکہ یہ ڈر مجھے تم سے ہے۔"

اس کے پاس بیٹھ کر، اس کے سر سے نکلنے والے خون میں اپنی انگلیاں ڈبو کر میں نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ دیا جہاں کچھ دیر پہلے ہارون کا لمس ثبت ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ کھلی بھی ہوتیں تب بھی میری طرف نہ اٹھتیں۔

"فنکار ناکام ہو کر تو زندہ رہ سکتا ہے لیکن رسوا ہو کر نہیں..... یہی حال محبت کا ہوتا ہے۔"

یہی حال محبت کا ہوتا ہے.....

یہی حال عیسیٰ کا ہوتا ہے.....

اگر مجھے معلوم ہوتا، وہ اتنی جلدی مر جائے گا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ اتنا کمزور ہے۔ اگر میں یہ جانتی کہ اسے اپنی دھنوں سے زیادہ مجھ سے محبت ہے۔ اور اگر میں یہ بھی جان لیتی کہ وہ ایک صوفی کی بے وفائی کو نہیں سہہ سکے گا تو میں کبھی اس سے محبت نہ کرتی۔

میں جس نے زندگی میں کبھی کوئی جنون اپنے سر نہیں چڑھنے دیا، عیسیٰ کے سر اپنا جنون چڑھنے ہی نہ دیتی۔ بھلا مجھ جیسے لوگوں کے لیے بھی جان دی جا سکتی ہے۔ جنہیں کبھی عیسیٰ اچھا لگتا ہے اور کبھی ہارون۔

کیا اس جیسے سنگ مرمر کا مجھ خاک کے لیے خاک ہونا بنتا تھا؟ اس کے سر سے نکلتا خون سرخ اینٹوں کو اور سرخ کرنے لگا۔ اس کی ساری دھنیں اس کے گرد ماتم کناں کھڑی رہ گئیں۔

"ایک لڑکا عیسیٰ جیسا..... ایک لڑکی صوفی جیسی بے وفا..... ایک وہ ہارون..... اور پھر....."

اور پھر "محبت ناکام ہو کر تو زندہ رہ سکتی ہے لیکن رسوا ہو کر نہیں۔"

✿✿✿

سب نے کہا کہ وہ اتنی سی بلندی سے گرتے ہی کیسے مر گیا۔ وہ اتنی جلدی کیسے مر گیا۔ وہ نہیں جانتے تھے صرف میں جانتی تھی کہ نیچے اینٹوں پر گرنے سے پہلے، بہت پہلے، وہ تو اُوپر ہی مر چکا تھا۔ نیچے گرنے سے کہیں پہلے وہ گر چکا تھا۔ میرے ہاتھوں میں آنے سے پہلے ہی وہ مردہ ہو چکا تھا۔ اس کی بے مثال محبت صوفی نے رسوا کر دی۔ اس کی زندگی تمام ہو گئی تو میں نے اپنی بے وفائی کو بھی عام ہو جانے دیا۔ جس محبت کا خراج اس نے جان دے کر چکایا۔ اس خراج کا خراج اب مجھے تہارہ کر چکانا ہے۔

✿